قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جولائی
2009ء

اللہ
رسول
محمد

المُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المرشد

دہشتگردی عذاب الٰہی ہے اور عذاب الٰہی ہتھیاروں سے نہیں توبہ سے ٹلا کرتا ہے

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ
المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جولائی 2009ء جمادی الثانی/رجب

جلد نمبر 30 | شمارہ نمبر 11

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

ملک عبدالخالق، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ [illegible] روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	[illegible] روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100ریال
برطانیہ۔یورپ	35اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60امریکی ڈالر

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر	......	6
یہ کونسا جہاد ہے!	امیر محمد اکرم اعوان	8
اللہ سے کھرا تعلق	امیر محمد اکرم اعوان	17
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	27
دین میں علم کی اہمیت	امیر محمد اکرم اعوان	35
ٹارزن سے القاعدہ تک	عظیم سرور	45
آب زم زم کے فضائل	محمد الھلالی	47
The Significance of Lawful Food in Tasawwuf	امیر محمد اکرم اعوان	56-50

انتخاب جدید پریس۔لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس= ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن، لاہور، فون 042-5182727

رابطہ آفس=ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

"جو کوئی اپنی محنت کا پھل آخرت میں چاہتا ہے تو اس کے انعامات اور اجر اور زیادہ بڑھا دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی طلب سے بھی زیادہ پاتا ہے اور جو شخص صرف حصول دنیا کے لئے کوشش کرتا ہے اسے دنیا میں سے کچھ نہ کچھ عطا کر دیا جاتا ہے یعنی ضروری نہیں کہ جس انداز یا جتنی مقدار میں اس کی خواہش ہے اسے مل جائے بلکہ یہ اللہ کی مرضی کہ اس کا نصیبہ کیا مقرر کیا ہے وہی ملتا ہے جبکہ یہ سب آخرت کے طلبگار کو بھی ملتا ہے مگر آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کے طالب کی خواہش دنیا میں پوری نہیں ہوتی اور آخرت سے محروم رہ جاتا ہے کہ آخرت پر ایمان ہی نہ تھا لہٰذا آخرت میں کچھ نہیں پاتا گویا مومن دنیا کا کام بھی طلب آخرت میں کرتا ہے لہٰذا اطاعت کی حدود میں رہتا ہے جبکہ کافر سب کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے جبکہ نہ دنیا میں سب کچھ پا سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اسے کچھ بھی ملے گا تو کیا انہیں اللہ کے برابر یا اس کا کوئی شریک ہاتھ آ گیا جس نے ان کے لئے الگ دین کی راہ نکال دی ایسی جو اللہ کے دین سے بالکل جدا ہے یعنی جب اللہ کے علاوہ کوئی معبود یا اس کا شریک ہے ہی نہیں تو انہیں اسلام کے علاوہ کوئی دین کہاں سے مل گیا یہ اتنا بڑا جرم کر رہے ہیں کہ اگر روز قیامت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ابھی کر دیا جاتا اور یقیناً ایسے ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

اداریہ

انتہا پسندی دونوں طرف ہے!

سوات اور مالا کنڈ ڈویژن میں شروع کیے جانے والے فوجی آپریشن کا دائرہ اب وزیرستان تک پھیل چکا ہے۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق اب تک ایک ہزار سے زائد عسکریت پسند اور دو سو سے زائد فوجی اپنی زندگی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس آپریشن کے نتیجے میں 35 لاکھ سے زائد شہری نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو کر اپنے ہی وطن میں مہاجر بن چکے ہیں۔ یہ ایک عجیب جنگ ہے، جس میں دونوں طرف مسلمانوں کا اور پاکستانیوں کا خون بہہ رہا ہے۔ فوج بھی ہماری اپنی ہے اور جن کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنے مرنے والوں کو شہید قرار دیتے ہیں۔ ان حالات میں عام آدمی بری طرح کنفیوز ہے کہ وہ کس کو "شہید" سمجھے اور کس کو "ہلاک" تسلیم کرے۔ حق کس طرف ہے اور باطل کا نمائندہ کون ہے۔ عام پاکستانی شہری تو اس خوف سے موجودہ صورتحال پر تبصرہ بھی نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کوئی غلط اور غیر محتاط بات نہ نکل جائے۔ ان حالات کو سدھارنے کا ایک آسان حل ضرور ذہن میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عسکریت پسند اسلام چاہتے ہیں تو حکومت اسلام نافذ کر دے اور صرف ان کے مخصوص علاقوں ہی میں کیوں، پورے ملک میں اسلام نافذ کر دیا جائے۔ امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ موجودہ کافرانہ نظام انگریز کی یادگار ہے اور اگر کوئی اس نظام کو ہٹانے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرتا ہے تو اس کے مطالبے کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ انصاف، تعلیم، صحت اور روزگار سے محرومی برداشت کرتے کرتے اب تنگ آ چکے ہیں اور اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ عسکریت پسندوں کے پہلے مطالبے پر ہی اسلام نافذ کر دیتی تا کہ ان کے پاس ہتھیار اٹھانے کا کوئی جواز نہ رہتا۔ دوسری طرف عسکریت پسندوں کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے جائز مطالبے کے حق میں پرامن جدوجہد کرتے اور تشدد کا راستہ اختیار نہ کرتے۔ فریقین اگر اب بھی اپنے رویہ پر نظرثانی کریں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ تشدد عسکریت پسندوں کی طرف سے ہو یا فوجی آپریشن کی صورت میں، اس سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ حکومت ملک بھر میں نفاذ اسلام کا فوری اعلان کر دے سوات اور دیگر علاقوں میں لگی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ اس طرح قیام پاکستان کا اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ اور اسلامی طرز حیات کے خلاف عالمی پراپیگنڈہ کے زیر اثر ہمارے حکمران یہ حقیقت بہت حد تک فراموش کر چکے ہیں کہ مسلمانان برصغیر نے "پاکستان کا مطلب کیا" لا الہ الا اللہ" کے نعرے کی کشش میں لاکھوں زندگیاں قربان کر کے یہ وطن حاصل کیا تھا۔ شہیدوں کے خون سے وفا کا تقاضا ہے کہ حکومت اسلامی نظام نافذ کرے۔ باسٹھ سال کے ہر روز مزید خراب ہوتے حالات کو سدھارنے اور ملک کو امن، ترقی اور خوش حالی سے ہمکنار کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر
نشانِ منزل
کونسی ایسی بات ہوئی ہے
سوچ سمندر
متاعِ فقیر
آس جزیرہ
دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

نعت

تری یاد ہم سفر ہے تری یاد دُلربا ہے
وہ جگہ ہے میری منزل جہاں تیری خاکِ پا ہے

ترے نور سے ہیں روشن مری راہیں دوجہاں میں
ترا نام بن کے سورج مرے گھر چمک رہا ہے

ترے راستوں میں ہر جا کئی چاند منتشر ہیں
جو نظر سے دِل کی دیکھیں وہ ترا ہی نقش پا ہے

میں ہوں اور طلب ہو تیری، کہاں یہ مجال میری
دلِ زار نا سمجھ ہے ہر دم تڑپ رہا ہے

کبھی نور بانٹتا تھا ترا قافلہ جہاں میں
مگر آج تیرا مسلم ظلمت میں گھر گیا ہے

اسے اِک نظر عطا کر، اسے خود سے آشنا کر
یہی ہے علاج اس کا یہ ورنہ مٹ رہا ہے

تو پیمبرِ زماں ہے ترا نور جاوداں ہے
اسے کر عطا خدارا! یہی اس کا آسرا ہے

دِلِ زندہ پھر عطا کر ، اسے درد آشنا کر
ملے پھر سے قافلے میں جس سے بچھڑ گیا ہے

ترے نام پر فدا ہو ، ترا درد بانٹتا ہو
بن جائے اس کی بگڑی سیماب کی دُعا ہے

اقوالِ شیخ

☆...... اللہ کریم سے رشتہ جب بھی قائم ہوگا وہ صرف اس خلوص پر قائم ہوگا کہ اللہ کی ذات ہے ہی عبادت کے لائق اور اس کی عبادت بندے کیلئے راحت جاں ہے، باہمی رشتوں میں خلوص بھی اللہ کے ساتھ مخلص ہونے کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔

☆...... عالم دین اور پیران عظام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات بتا سکتے ہیں، اپنی منوا نہیں سکتے۔ جو شخص اپنی بات منوائے گا وہ عالم یا پیر نہیں ڈاکو ہے جو انسانوں کا ایمان ضائع کر دے گا۔

☆...... قدرت اپنا نظام اسباب کے ذریعے چلاتی ہے، جتنے امور بھی صادر ہوتے ہیں ان کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں ہمیں سمجھ تب آتی ہے جب نتائج سامنے آتے ہیں فطرت بہت دیر پہلے سے ان امور کی منصوبہ بندی میں مصروف ہوتی ہے۔

☆...... بندہ جب ظلم کرتا ہے، قتل وغارت گری کرتا ہے، دنیا سے چھپ کر کرتا ہے بعض اوقات پکڑا بھی نہیں جاتا دنیا میں شاید کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی لیکن اس کے عمل سے جو تاریکی پیدا ہوتی ہے وہ ظلمت پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہے۔

☆...... جب انسانوں کے گناہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور انسان نادم ہونے کی بجائے گناہوں کو ہی پسند کرتا ہے تو تباہی آتی ہے۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

یہ کونسا جہاد ہے!

امیر محمد اکرم اعوان

ماہانہ اجتماع دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، 09-06-07

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم41)

قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے کائنات پیدا کی ہے اس نظام کو بنانے اور چلانے میں وہ خود مختار ہے اس کے اپنے بنائے ہوئے قوانین واصول اتنے پختہ اتنے پکے اتنے یقینی اور ناقابل تغیر وتبدل ہیں جہاں بھی اس نے مستثنیات رکھی ہیں وہاں خود بھی ان اصولوں کیخلاف نہیں کیا۔ دنیا کو خود عالم اسباب بنایا اور خود بھی اس میں حکم پورا ہونے کے لئے سبب کو ترک نہیں فرمایا۔ حضرت عیسٰی کو بغیر والد کے پیدا فرما کر استثنٰی کا اظہار فرمایا اور مستثنیات ہر شعبہ میں رکھیں اس لئے ہیں کہ اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہو کہ اللہ کسی بھی طریقے کی پابندی کرنے پر مجبور نہیں ہے لیکن استثنیاء میں بھی اپنا بنایا ہوا اصول کہ ہر کام کے لئے کوئی سبب ہونا ضروری ہے کو ترک نہیں فرمایا۔ حضرت مریم کے پاس جبرائیل امین کو بھیجا کہ مائی صاحبہ کو دم کر دیں۔ پیدائش بغیر والد کے ہوئی یہ قدرت کاملہ تھی پھر دم کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اپنی ذات کا بنایا ہوا اصول پورا کرنے کیلئے کہ ہر چیز، ہر کام کسی سبب کے نتیجے میں انجام پذیر ہوتا ہے۔

حق یہ ہے کہ قدرت اپنا نظام اسباب کے ذریعے چلاتی ہے جتنے امور بھی صادر ہوتے ہیں ان کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں ہمیں سمجھ تب آتی ہے جب نتائج سامنے آتے ہیں فطرت بہت دیر پہلے سے ان امور کی منصوبہ بندی میں مصروف ہوتی ہے۔

دنیا کے نظام میں جس طرح رات ودن کے آنے جانے سے توازن قائم ہے کہ دن کو لوگ کام کرتے ہیں اور رات کو آرام کرتے ہیں کر اگر کام نہ کریں تو گزارہ نہیں ہوتا اور آرام نہ کریں تو کام نہیں ہوتا اس لئے رات اور دن کے آنے جانے سے توازن قائم ہے اسی طرح کہیں بارشیں بہت برستی ہیں اور فصل زیادہ ہو جاتی ہے کبھی خشک سالی آئے تو فصل کم ہو جاتی ہے اس میں بھی توازن رکھا کہ لوگ بے پناہ خوشحالی سے بے راہ رو نہ ہو جائیں اسی طرح اعمال کے کچھ نتائج دنیا میں دکھا دیئے جاتے ہیں اعمال کے جو نتائج آخرت میں مرتب ہوں گے وہ ایک الگ بحث ہے دنیا میں بولے گئے ہر جملے، ہر کلمے اور ہر لفظ کا ایک نتیجہ اس عالم میں بھی نکلتا ہے آدمی بات کرتا ہے تو اس سے یا نور پیدا ہوتا ہے یا ظلمت پیدا ہوتی ہے یا وہ بات اچھی ہوتی ہے یا بری ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بعض باتیں بے ضرر ہوتی ہیں ان پر خیر ہے لیکن بظاہر بے ضرر باتوں میں بھی نتائج کے اعتبار سے خیر نہیں ہوتی اگر ان باتوں سے نور پیدا نہیں ہوتا اور ظلمت بھی پیدا نہیں ہوتی تو ظلمت کا نہ ہونا بیشک اچھی بات ہے لیکن نور کا پیدا نہ ہونا باعث نقصان ہے۔ اگر ہر جملہ اثر رکھتا ہے تو اس پر عمل اس سے کئی گنا زیادہ اثر رکھتا ہے۔ بندہ جب ظلم کرتا ہے قتل وغارت گری کرتا ہے دنیا سے چھپ کر کرتا ہے بعض اوقات پکڑا بھی نہیں جاتا دنیا میں شاید کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی لیکن اس کے عمل سے جو تاریکی پیدا ہوتی ہے وہ ظلمت پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہے۔ اگر بہت سے لوگ گناہ آلود زندگی اختیار کر لیں تو پورے معاشرے میں تاریکی چھا جائے گناہوں سے اثر لیکر دوسرے لوگ ترغیب لے لیتے ہیں اور گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں

اور یوں معاشرہ تباہی کی طرف چلا جاتا ہے اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے ۔اللہ کریم نے دنیا میں اچھائی اور برائی کے توازن کو ہمیشہ قائم رکھا ہے اس لئے دنیا میں جہاں ظالم وجابر ہوئے وہیں ایسے لوگ بھی ہوئے جنھوں نے رات دن اللہ کی یاد میں بسر کر دیئے قرب الٰہی کے منازل حاصل کیے جن کی ایک ایک نگاہ سے نور پھوٹتا رہا ان کا ایک ایک عمل معاشرے کو منور کرتا رہا۔ اگر روئے زمین پر کروڑوں کی تعداد میں لوگ گناہوں میں مشغول ہوں تو سینکڑوں کی تعداد میں اس پائے کے لوگ روئے زمین پر نیکیاں کرنے اور نیکیوں کا اثر پھیلانے میں مشغول رہتے ہیں گناہگاروں کے گناہوں کو نیکوکاروں کی نیکیوں نے متوازن رکھا ہوا ہے اور دنیا مکمل تباہ ہونے سے بچی ہوئی ہے یہ قدرت کا اپنا بنایا ہوا نظام ہے۔تصوف کی چودہ سوسالہ تاریخ پڑھیں تو اس میں بڑی بڑی ہستیاں ملتی ہیں بڑے نامور لوگ ہزاروں میل ترک وطن کر کے اس جگہ جا کر بیٹھے جہاں ظلم زیادہ تھا۔ جاہلیت اور گناہ زیادہ تھا پھر ان کے وجود کی برکت سے نیکی پھیلی اور معاشرے کا توازن برقرار رہا۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ اللہ کی زمین کبھی ان برکات سے خالی نہیں رہی مشرق ہو یا مغرب زمین کا سینہ اہل اللہ سے بھرا پڑا ہے کوئی حصہ زمین اہل اللہ کے انوارات سے خالی نہیں ملتا، تمام انبیائے کرام کی امت میں اولیاء اللہ رہے اور نبی کریم ﷺ کی امت میں بے شمار اہل اللہ ہوئے لیکن ایک عجیب بات اس میں ہمیں یہ ملتی ہے کہ تبع تابعین کے بعد سے لیکر آج تک بہت بلند پایہ صاحب مناصب اہل اللہ وصوفیاء گزرے بے شمار لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت نصیب ہوئی، عقائد کی اصلاح ہوئی، اعمال صالحہ کی توفیق ہوئی انہوں نے فیض یافتہ ہونے والوں کو تسبیحات بتائیں عمل صالح کی تاکید فرمائی لیکن طریق تصوف ،توجہ، مراقبات اور کیفیات قلبی کیفیات کے حاملین بہت کم ملتے ہیں بے شمار لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھا گئے زبانی ذکر اذکار سکھائے عقائد وکردار کی اصلاح کی لیکن اس قیمتی دولت یعنی قلبی کی کسی کو خبر نہیں ہونے دی۔ ان عظیم ہستیوں کے اپنے مجاہدے اتنے قوی تھے ان کی محنت ومجاہدہ بے پناہ تھا اور ان کی مراقبات کیفیات کی قوت بھی بے پناہ تھی اس لئے ان کا دنیا میں ہونا نیکی اور بدی کے توازن کو قائم رکھے ہوئے تھا اپنے زمانے کے یہ ایسے بہترین لوگ تھے جن کے دم سے دنیا میں روشنی ،نور، پاکیزگی اور برکت تھی اللہ کی زمین ایسے لوگوں سے اور قلبی کیفیات جیسی نعمت سے کبھی خالی نہیں رہی آج بھی روئے زمین پر جہاں جہاں انسانی آبادیاں ہیں وہاں وہاں ظلمت بھی ہے اور نور بھی ۔لیکن مرور زمانہ ہمیں اس ڈگر پر لے آیا ہے جہاں دین داروں کے بھیس میں بے دین لوگ بے دینی پرڈٹے ہوئے ہیں پہلے ادوار میں وہ لوگ برائی کرتے تھے جو دین سے دور ہوتے تھے یہ نہیں تھا کہ لوگ دین کا دعویٰ بھی کریں عالم دین بھی کہلائیں صوفی اور اہل دل بھی کہلائیں وعظ بھی کریں صلوٰۃ کے امام بھی ہوں اور صلوٰۃ ادا کرنے والے بھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ چوری، برائی اور بدکاری بھی کریں۔ پہلے لوگوں میں برائی کرنے والے برائی کرتے تھے اور نیکی کرنے والے نیکی کرتے تھے۔

آج جس عہد میں ہم ہیں یہ عہد اپنے کردار کے اعتبار سے سخت ترین اور بدترین عہد ہے عجیب وقت آ گیا ہے کہ یہاں لوگ نیکوں جیسا حلیہ بھی بنا لیتے ہیں بظاہر کام بھی نیکوں جیسا کرتے ہیں اچھا خاصا علم بھی حاصل کر لیتے ہیں اور ساتھ ساتھ برائی بدیانتی اور ظلم بھی کرتے ہیں پہلے زمانوں میں ایسا نہیں تھا برے لوگ الگ تھے، نیک لوگ الگ تھے۔اور برے لوگ بھی اس طرح سے اللہ سے حیا کرتے تھے کہ برائی الگ نظر آتی تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے انہوں نے یہ کہاں سے پڑھا اس کا حوالہ مجھے یاد نہیں واقعہ یاد ہے وہ یوں ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے پاس ایک بہروپیا کوئی بہروپ بھر کر دربار میں آیا لیکن بادشاہ نے اسے پہچان لیا کہ وہ بہروپیا ہے۔اس شخص نے اسے اپنے فن کے لئے چیلنج سمجھ لیا اور بادشاہ سے کہا کہ وہ ایسا بہروپ بھرے گا کہ بادشاہ اسے ہرگز پہچان نہ سکے گا بادشاہ نے اسے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ بہروپیے کو دو ہزار اشرفی دے گا۔ بہروپیا وہاں سے چلا گیا اور بات بھولی بسری ہوگئی۔ کچھ

عرصے میں ہندوستان کے وسطی علاقے نیشا پور کے خوبصورت جنگلات میں ایک ولی اللہ کی بہت شہرت بادشاہ تک بھی پہنچی بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ کون شخص ہے جو کھائے پیئے بغیر زندہ رہے ضرور کوئی چکر ہے لہذا بادشاہ نے امتحاناً بے شمار دولت اشرفیاں وغیرہ دے کر اپنے نمائندے کو بھیجا۔ نمائندے نے بادشاہ کو اپنی رپورٹ پیش کردی کہ اس شخص نے نہ تو مال ودولت کو آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ آپکے نمائندے کی کوئی پرواہ کی اس پر بادشاہ خود وہاں پہنچا بادشاہ کے آنے پر بھی اس شخص نے نہ بادشاہ کو اہمیت دی نہ اس نے مال ودولت کو نظر اٹھا کر دیکھا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اٹھ کر چل پڑا۔ جب بادشاہ واپس جانے لگا تو وہ شخص کھڑا ہو گیا اور عرض گزار ہوا کہ اس کا مقررہ انعام دو ہزار اشرفی اسے دے دی جائے تب بادشاہ نے پہچانا کہ یہ وہ بہروپیا ہے۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا تم نے اتنے سال بھوک پیاس کاٹی اس قدر محنت کی تمہاری اتنی شہرت بھی ہوگئی پھر میرے امراء تمہارے پاس اتنا زروجواہر لائے خود میں اتنی دولت لایا اگر تم یہ سب کچھ رکھ لیتے اور اپنا بہروپ بھی قائم رکھتے تو تمہاری شہرت بھی قائم رہتی اور لوگ تمہاری خدمت بھی کرتے رہتے اور دولت کی بھی ریل پیل رہتی تم نے دو ہزار اشرفی مجھ سے لینے کیلئے سب کچھ چھوڑ دیا اس پر اس نے کہا کہ چونکہ اس کا مقصد بہروپ بنا کر بادشاہ سلامت کو حیران کرنا تھا اس لئے اس نے نیکوں کا روپ دھار لیا لیکن دولت اور شہرت اس نے اس لیے چھوڑ دی کہ اسے یہ حیا آگئی کہ نیکوں کا حلیہ اختیار کر کے وہ نیکوں کی بدنامی کا سبب نہ بن جائے پہلے زمانے کے ایک بھانڈ اور مسخرے کو بھی اتنی حیا دامن گیر تھی کہ اس کا حلیہ نیکوں جیسا ہے اب اسے برائی نہیں کرنی چاہیے لیکن اب وہ زمانے گئے اب ایسا دور آ گیا ہے کہ کسی بندے پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اپنے ملک کی تاجر برادری کو لے لیجیے اکثریت ادائیگی صلوٰۃ میں کوشاں ہے جن کا کاروبار مستحکم ہے وہ ہر سال حج کرتے ہیں سال میں کئی کئی بار عمرے کرتے ہیں خیرات کرتے ہیں لیکن کوئی ایک حاجی، نمازی دکاندار نہیں ملتا جس کے ہاں یہ فکر نہ ہو کہ رقم بھی زیادہ لے گا اور سودا بھی درست نہیں دے گا۔

مرور زمانہ حالات کے بگاڑ کو کہاں لے آیا کہ ظاہری علم بھی ہے حلیہ بھی مسلمانوں جیسا ہے لیکن کردار مسلمانی کے خلاف ہے۔ حالات کی اس زبوں حالی کا سدباب قدرت کی منصوبہ بندی میں پہلے سے ہو چکا ہے جیسا کہ اللہ کا نظام ہے کہ دنیا میں ہر کام کسی سبب سے ہی ہوتا ہے اگر چہ وہ سبب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ قدرت کی جو منصوبہ بندی دسویں صدی ہجری میں ہوئی اس کا ظہور چودھویں صدی ہجری میں ہوا۔ دسویں صدی ہجری میں اللہ کے ایک بندے حضرت اللہ دین مدنیؒ کو مدینہ منورہ سے چلا کر قدرت نے ایک غیر آباد علاقے میں بھیج دیا جو ایک ویرانہ تھا ایک جنگل تھا۔ وہیں زندگی گزاری پھر تین چار سو سال بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں حاضری ہوئی اور یہ فیض آگے چلا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے وہ حیثیت عطا کی کہ چودہ سو سال بعد پہلی مرتبہ اس سنت کا احیاء ہوا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں باریاب ہونے والا ہر مسلمان مرد، عورت، بچہ، بوڑھا صحابی ہو جاتا تھا۔

مشائخ کے پاس چونکہ حضور ﷺ کی برکات ہوتی ہیں اور مشائخ بارگاہ نبوت کے خادم خاص ہوتے ہیں سو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم درجے کے حامل برکات ہوئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر طالب الٰہی صوفی ہو گیا، برکات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصول میں شریک ہو گیا خواہ وہ بچہ تھا یا بوڑھا عالم تھا یا بے علم عورت یا مرد امیر تھا یا غریب جو بھی سچی طلب کے ساتھ آیا کیفیات قلبی پا گیا۔ میری اس بات پر ایک مولانا نے مجھے لکھا کہ میں نے یہ بات اپنے شیخ سے عقیدت کی بناء پر کہہ دی ہے ورنہ یہ کہنا حقیقت سے تجاوز ہے میں نے جواباً لکھا کہ میری عقیدت اپنی جگہ لیکن حقیقت یہی ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ چودہ صدیوں کی تاریخ کا آپ مطالعہ فرما کر ایک نام نامی لکھ دیں کہ کسی نے اس طرح تصوف سکھایا ہو کہ ہر آنے والا کیفیات قلبی پالے اور آن واحد میں پالے اور چودہ سو سال کی تاریخ کے مطالعے کے بعد آپ کوئی ایک نام نہیں بتا سکیں گے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ یہ قدرت کی اپنی منصوبہ بندی تھی اور اس زمانے کے لئے تھی

جب نیکوں کے حلیے میں لوگ برائی میں مشغول ہوں گے بددیانتی اور بدکاری کے مرتکب ہوں گے تو کچھ ایسے بھی ہوں جو اپنے شب وروز کو انوارت الٰہی سے روشن رکھیں اور حالات میں توازن قائم رہے۔ جب تک اللہ چاہے گا یہ نظام دنیا چلتا رہے گا اور اس کے قیام کے اسباب بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے نصیب کی بات تھی کہ اتنے عظیم کام کے لئے اللہ نے انہیں چن لیا۔ خیرالقرون کے بعد پوری تاریخ صوفیا میں ایک ایسی ہستی سامنے آئی جس کی خدمت میں حاضر ہونے والا ہر شخص کیفیات قلبی لیکر لوٹا وہ خواہ عالم تھا یا انپڑھ نیک تھا یا بدکار مرد تھا یا عورت۔ اب سمجھ آتی ہے کہ چار سو سال پہلے سے قدرت جیسا کہ اللہ کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ سمندروں اور خشکیوں میں فساد بپا ہو جائے گا انسانوں کے اپنے کرتوتوں کے باعث لوگوں کے اعمال کے سبب یہ نتائج نکلتے ہیں کہ سمندروں میں آتش فشاں پھوٹ پڑتے ہیں زمین پر آتش فشانی ہوتی ہے قحط پڑتے ہیں تند ہواؤں کے طوفان آتے ہیں بھائی دوسرے بھائی کا پیٹ چاک کر دیتا ہے بیٹے باپ کو قتل کر دیتے ہیں۔

اس میں غور کا مقام یہ ہے کہ ہر عمل کرنے والے کو یہ احساس ہو جائے کہ جو کام وہ کر رہا ہے اس کے نتیجے میں رحمت باری کا ظہور ہو گا یا غضب الٰہی کا ورود ہو گا لیکن آج کیا ہو رہا ہے؟ پیسوں کے لالچ میں جھوٹ بول دیا جاتا ہے جو دونوں کام گناہ کے ہیں لیکن پھر یہ فخر بھی ہے کہ کتنی ہوشیاری کر لی گئی۔ یہ سارا عمل صرف انسان کی ذات تک محدود نہیں رہتا یہ عالمی حالات کو متاثر کرتا ہے اور پھر اس کا وبال دوبارہ پلٹ کر اسی بندے کی ذات پر بھی آتا ہے اور عاقبت علیحدہ برباد ہوتی ہے۔ جب ایسے اعمال کی کثرت ہو جاتی ہے تو اللہ کی رحمت سے اللہ بندوں کے اعمال کی کچھ سزا انہیں دنیا میں دیدتا ہے۔

لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون.

ان کی کرتوتوں میں سے کچھ کا تھوڑا سا مزا چکھا دیا جاتا ہے تا کہ انہیں ہوش آجائے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کے کتنے بھیانک نتائج ہوں گے اگر دنیا میں یہ اثر آرہا ہے تو آخرت میں کیا آگے آئے گا؟ اس تنبیہ کا مقصد یہ ہے کہ شاید انہیں اصلاح کی توفیق نصیب ہو جائے۔ دنیا کی مہلت ہر ایک کو دی گئی ہے فیصلے کرنے کا اختیار بھی ہر ایک کے پاس ہے اور یہ اللہ کریم کی رحمت کی وسعت ہے کہ دار دنیا میں ہی توبہ کی طرف لانے کے لئے مختلف حالات سے گزارا جاتا ہے۔ تکالیف سے گزر کر کسی کو توبہ وندامت کا احساس ہو جائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو مشکلات سے گزار کر اصلاح کی طرف لانا چاہتا ہے اس کا مقصد بندوں کو دکھ دینا نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ بندے دنیا میں کئے گئے غلط کاموں کے کچھ نتائج دیکھ کر توبہ کر لیں اور اُخروی عذاب سے خود کو محفوظ کر لیں اگر بندہ توبہ کر لے تو دنیاوی حالات بھی بدل سکتے ہیں۔

میری سمجھ کے مطابق قدرت نے حضرت اللہ دین مدنیؒ کو صدیوں پہلے مدینہ منورہ سے کوچ کا حکم دیکر اس ویرانے میں بھیج دیا تا کہ انوارات باری کا ظہور ہو اور دنیا کو تباہی سے بچانے کا سبب ہو یہ انتظام قدرت باری نے صدیوں پہلے کر دیا ورنہ مدینہ منورہ بھی کوئی چھوڑنے کی جگہ ہے، صوفی کو مدینہ منورہ میں جگہ ملے تو وہ وہاں سے کیوں آئے سوائے منشاء باری کے سوائے تعمیل ارشاد کے سوائے دینی خدمت کے۔

الحمدللہ بیت اللہ شریف کی مدینہ منورہ کی حاضری بہت مرتبہ نصیب ہوئی مجھے جرائت نہیں کہ وہاں سے ایک کنکری بھی لاتا کہ ایک کنکر کو بھی اس ارض عظیم سے جدا کر دیا جائے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ لوگوں نے مجھے چند تبرکات تحفتاً دیئے وہ میرے پاس ہیں مجھے یہ ہمت نہیں کہ گنبد خضریٰ کے پہلو میں پڑا کوئی ریزہ اٹھا لاؤں ایک صوفی تو ایک ریزے کو بھی وہاں سے جدا نہیں کر سکتا پھر اللہ کا بندہ جو اتنا صاحب حال ہو اس کی نظر اتنی وسیع ہو وہ خود تو وہاں سے نہیں آیا ہو گا خود حضرت اللہ دین مدنیؒ کا ارشاد ہے کہ خود انہیں اس بات کی سمجھ اس وقت آئی جب حضرت اللہ یار خانؒ کو شاگرد بنایا، فرماتے کہ انہیں اس وقت پتہ چلا کہ انہیں مدینہ منورہ سے اس علاقے

میں کس کام کے لئے بھیجا گیا تھا۔

یہ اللہ کریم کا نظام ہے اور حالات حاضرہ بھی سب کے سامنے ہیں کہ زندگی کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اس نے کچھ افراد کو چنا ہے جو رات دن اس کی یاد میں بسر کریں برکات رسالت کے امین ہوں انہیں پھیلانے والے ہوں انوارات الٰہی پھیلیں اور نظام حیات قائم رہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے سمیت اس سارے کام میں کسی کا کوئی کمال نہیں یہ اس کا کرم ہے کہ اتنی مخلوق میں جہاں ہم سے بہتر عقل رکھنے والے بہتر صلاحیتوں والے اچھے لوگ موجود ہیں اس نے ہمیں اس کام کی توفیق دے دی یہ اس کا اپنا طریق انتخاب ہے کہ اس نے کس کس کو توفیق بخشی لیکن ایک بات حتمی ہے کہ آپ پر بھی اور مجھ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہے کہ ہم سب پورے خلوص پوری محنت پورے مجاہدے سے ذکر اذکار کریں اور اپنی عملی زندگی پر کڑی نظر رکھیں حلال کھائیں، سچ بولیں، برائی سے اجتناب کریں اور ہمارا اصل کام یہ ہے کہ اس معاشرے کو غرق ہونے سے بچائیں اسے تباہی سے اور عذاب الٰہی سے بچایا جائے اور یہ وہ شعبہ ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا لیکن درحقیقت اثرات اور نتائج اسی پر مرتب ہوں گے۔

جو شخص گناہ کرتا ہے اسے گناہ کی ظلمت نظر نہیں آتی اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج بھی نظر نہیں آتے لیکن کیا وہ نتائج پیدا نہیں ہوتے؟ اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں لوگوں کے اعمال کے نتائج میں دنیا میں فساد رونما ہوتا ہے۔ یعنی اعمال کے نتائج بظاہر نظر نہیں آتے۔ اسی طرح صوفی کا بھی کوئی مجاہدہ بظاہر نظر نہیں آتا لیکن اس کا مجاہدہ تباہی کو روکنے کا حقیقی سبب ہوتا ہے اس توازن کو قائم رکھنے کا سبب وہ لوگ ہوتے ہیں جو راتوں کو اٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں جن کو نسبت تصوف نصیب ہے اور جن کے ذکر پر تجلیات باری ہوتی ہیں انبیاء کے انوارات ہوتے ہیں جنہیں کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں۔

آج مشرق سے مغرب تک ظلمت پھیل گئی ہے ایسے اللہ کریم نے اس سلسلہ عالیہ کو اس طرح جاری کر دیا کہ ہر آنے والا مرد، عورت، بچہ، بوڑھا اللہ اللہ کرنے لگ گیا ہے جس سے ظلمت چھٹنے اور نیکی بڑھنے کے باعث توازن قائم ہونا ہے اب اگر خدانخواستہ ہم بھی اس میں سستی کرنے لگیں جھوٹ، بولنے لگیں، ہم بھی لوگوں کے ساتھ بددیانتی کرنے لگیں تو ہمارے باعث برائی مزید پھیلے گی نیکوکار بدنام ہوں گے لوگ نیکی سے بھاگیں گے اور ہم دنیا میں تباہی لانے کے ذمہ دار ہوں گے۔

جن لوگوں نے گناہ کی زندگی اختیار کی ہے وہ تو اس کام کو کر ہی رہے ہیں لیکن جن کے ذمے اس توازن کو قائم رکھنا تھا جن کے ذمے اسے بچانا تھا وہ بھی اس کی تباہی میں شریک ہو گئے تو یہ کئی گنا بڑا جرم ہوگا جیسے کوئی شخص بھی چوری کرے تو لوگ اسے برا کہتے ہیں لیکن جب کوئی پولیس والا چوری کرتا ہے تو کتنی ملامت ہوتی ہے کیوں لوگ زیادہ برہم ہوتے ہیں؟ اس لیے زیادہ برہم ہوتے ہیں کہ چور نے تو چوری کر لی تھی لیکن پولیس کا کام تو چوروں سے حفاظت کرنا تھا وہ خود کیوں چوری کرنے لگ گیا! یہی حال ذاکرین کا ہے، صوفیاء کا ہے کہ اگر ذاکرین بھی جھوٹ بولنے اور بددیانتی کرنے پر اتر آئیں تو پھر ساری دنیا کی تباہی کے ذمہ دار وہی ہوں گے۔

موجودہ اخلاقی گراوٹ اور عالموں عبادت گزاروں کے حالات دیکھ کر سمجھ آتی ہے کہ اللہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف کے وہ منازل اور مقامات عطا فرمائے جو تاریخ تصوف میں پہلے کبھی سننے میں نہیں آئے تھے۔ ان منازل کا ملنا تو درکناران کا پہلے کسی نے تذکرہ ہی نہیں کیا۔ یہ انہی بلندیوں کا صدقہ ہے یہ وہی قوت ہے کہ میں یا کوئی صاحب مجاز کسی کو توجہ دیتا ہے تو اس کے لطائف روشن ہو جاتے ہیں یہ کمال ہمارا نہیں ہمارے وجود میں برق پاش یہ بجلی کہیں اور سے آرہی ہے۔ وہ تار جو بلب روشن کرتی ہے اس میں بجلی پیدا نہیں ہوتی وہ بجلی گھر سے ہی آتی ہے۔ البتہ وہ تار ہی واحد سبب ہوتی ہے بلب تک بجلی کی قوت پہنچانے کی۔ تار کا کمال صرف اتنا ہے کہ اس کا دوسرا سرا کسی پاور ہاؤس سے جڑا ہوا ہے اور تار روشنی پھیلانے کا ایک سبب ہے لہذا اس پر مجھے یا کسی صاحب مجاز کو اکڑنا نہیں چاہیے کہ یہ روشنی ہماری وجہ سے ہو رہی ہے یہ اس کا احسان ہے وہ کسی کو بھی اس کا سبب

بنا سکتا تھا ہمیں بنا دیا تو یہ اس کا ہم پر کرم ہے پھر ذکر میں کوتاہی دعوت دین میں کوتاہی کے کیا معنی؟ مجھے جب اسی طرح کے خط یا فون آتے ہیں کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں ذکر کر سکوں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اگر کسی ڈاکٹر نے یہ کہہ دیا ہو کہ فلاں مریض کو آکسیجن لگانا ضروری ہے اور اس مریض کو آکسیجن بہم پہنچانے والا شخص یہ کہہ کر کمرے سے چلا جائے کہ اللہ کرے یہ آکسیجن خود بخود مریض تک پہنچتی رہے یا کسی سے یہ دعا کروائے اور خود اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر چلا جائے تو یہ کون سی دعا ہوگی؟ اور کیونکر کارگر ہوگی؟ جسے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں جسے برکات نبوی کی اہمیت کا احساس نہیں جسے اللہ کے سامنے جوابدہ ہونے کا احساس نہیں اسے کسی دعا سے کیا مطلب؟ جو مجھ سے یہ دعا کروانا چاہتا ہے کہ میں دعا کروں اور اس کی صلوٰۃ اس سے نہ چھوٹے تو یہ ایک خود فریبی ہے۔ صلوٰۃ فرض عین ہے حضور نبی کریم ﷺ کا حکم ہے اگر کوئی اللہ کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا اللہ کے نبی ﷺ کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا تو میری دعا کی وہاں کیا اہمیت ہے۔ دعا اچھی بات ہے دعا کرنا ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ احساس ذمہ داری بھی تو ہو عمل نہ کرنا اور دعا کروانا چہ معنی؟ دعا کا سلیقہ ہی یہ ہے کہ بندہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرے پھر پورے خلوص سے اللہ پر بھروسہ کر کے دعا کرے تو بات بنتی ہے۔ جب دنیاوی امور میں یہ رویہ نہیں رکھا جاتا کوئی روٹی کی دعا کرنے پر نہیں رہتا دعا بھی کرتا ہے کہ کھانا مل جائے اور کھانے کے لئے کوشش بھی کرتا ہے تو بھوک مٹتی ہے اسی اصول کو دینی امور کے لئے کیوں لاگو نہیں کرتے؟ کہ محنت کرنے کے بعد دعا کے لئے کہا جائے۔

میں نے یہ سارا پس منظر اس لئے بیان کیا کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ میں نے، آپ نے اور احباب نے ذکر اس لئے نہیں کرنا کہ ہم مقدس بن جائیں بلکہ ایسا کرنا ہماری ذمہ داری ہے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ عالم انسانیت کو تباہی سے بچانے کے اسباب بھی پیدا کریں اور وہ ہے برکات محمد الرسول اللہ ﷺ کو اپنانا، بڑھانا اور پوری توجہ اس امر پر رکھنا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ان سے آگاہ کیا جائے جتنی زیادہ یہ برکات بانٹی جائیں گی اتنی مثبت تبدیلی آئے گی اور جلدی آئے گی۔

ملک کا حال سب کے سامنے ہے دونوں طرف آگ ہی لگی ہوئی ہے مساجد میں بم پھوڑے جا رہے ہیں عبادت گاہیں تباہ ہو رہی ہیں لوگ بے گناہ قتل ہو رہے ہیں اور بے قصور مارے جانے والوں کو مارنے والے جہاد سمجھ کر قتل کر رہے ہیں حکومت نے تلوار میان سے نکالی ہے۔ خود حکومت اپنے بندوں کا قتل عام کر رہی ہے اور حکومت کے اس عمل پر فتوے دیئے جا رہے ہیں کہ یہ جہاد ہے۔ یہ کون سا جہاد ہے اور کس کے خلاف جہاد ہے۔ دونوں باتیں سمجھنے سے ہم عاری ہیں۔ بے شمار بیگناہ لوگوں کو مار کر خود مر جانا کون سا جہاد ہے۔ خودکشی تو ویسے ہی حرام ہے پھر بے گناہ لوگوں کو قتل کر دینا کون سا جہاد ہے۔ خود اپنی ملکی حکومت اپنے ہی ملک کے باشندوں کیخلاف اعلان جنگ کر رہی ہے۔ یہ کون سا جہاد ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی کہیں مثال نہیں ملتی کہ کسی حکومت نے اپنی ہی رعیت کے خلاف اعلان جنگ کیا ہو۔ ہاں فوجی ایکشن کیے جاتے ہیں لیکن وہاں جہاں سرکشی اور بغاوت ہوئی ہو لیکن ملکی شہریوں کیخلاف اعلان جنگ ہوا ایسی کوئی مثال تاریخ دینے سے قاصر ہے۔ یہ سب کچھ پھر کیا ہے؟ یہ عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں اور یہ تباہی ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے آئی ہے۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ یہ آپریشن ایک ہفتے میں ختم ہو جائے گا۔ لیکن یہ ایک عجیب اصول ہے کہ جنگ ایک معمولی واقعے سے چھیڑی جا سکتی ہے جیسے آگ ایک دیا سلائی سے لگائی جا سکتی ہے لیکن جب آگ لگ جائے تو اسے بجھانا اتنا آسان کام نہیں، دوسری عالمگیر جنگ کی ابتداء غالباً اس معمولی واقعے سے ہوئی تھی کہ پولینڈ کے ایک فوجی نے ایک جرمن سپاہی کو گولی ماردی تھی اس پر جرمنی پولینڈ پر چڑھ دوڑا تھا یوں شروع ہو کر جنگ کی آگ بھڑکتی چلی گئی اور پوری دنیا جنگ کی لپیٹ میں آ گئی جنگ چھیڑنے کو آسان ہے جنگ کی آگ بجھانا مشکل ہے بجھانے کے لئے ہفتہ اور دس دن کی معیاد نہیں دی جاتی سو حکومت کا یہ کہنا کہ یہ معاملہ ہفتے بھر میں ختم ہو جائے گا درست نہیں اس جنگ کی نہایت عجیب بات یہ ہے کہ جنگ تو دشمن کے خلاف لڑی جاتی

ہے یہاں تو دونوں طرف ملکی باشندے ہیں دونوں ملکی شہری ہیں تو یہاں کون سا فریق دشمن ہے۔ جنگی اور فوجی زبان میں فوجی مشقیں کرتے ہوئے فرضی دشمن بنایا جاتا ہے اور اسے دشمن کے نام سے پکارا جاتا ہے اور دشمن سے مراد ہوتی ہے وہ طاقت جو ملک پر حملہ آور ہونا چاہتی ہو ملک کی زمین کے کسی حصے کو ملک سے علیحدہ کرنا چاہتی ہو یعنی فوج کے مدمقابل کو دشمن کہا جاتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں تو سمجھ نہیں آتی کہ ہماری فوج کس دشمن کو مار رہی ہے بڑے بڑے علماء کس بنیاد پر اسے جہاد کہہ رہے ہیں یہ قتل غارت کس طرح شہادت ثابت ہوتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ حکومت کے خلاف لڑنے والے جہاد کر رہے ہیں یا حکومت عوام کیخلاف لڑ کر جہاد کر رہی ہے میرے نزدیک دونوں فساد کر رہے ہیں۔ دونوں طرف جہاد نہیں ہے۔ اور میری رائے میں شہید صرف وہ لوگ ہیں جو ان دونوں فریقوں کے ہاتھوں ظلماً مارے جا رہے ہیں۔ البتہ یہ بات مسلم ہے کہ یہ لڑائی لڑنے والے بنیادی طور پر پاکستان کے خلاف نہیں لڑ رہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ علاقہ تقسیم کر کے الگ ملک بنا دیا جائے یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ وہ حکومت پاکستان کو نہیں مانتے ان کی لڑائی انگریز کے دیئے ہو ظالمانہ نظام کو جاری رکھنے کے خلاف ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام کو ختم کیا جائے۔ اسلامی نظام عدل رائج کیا جائے فوری اور سستا انصاف مہیا کیا جائے تاکہ معاشی اور معاشرتی نظام اسلامی کو رائج کرنے کا راستہ کھلے۔ اس کے لئے ان کا طریقہ کار درست نہیں لیکن موقف درست ہے۔ انگریز نے فریب، عیاری اور دغابازی کے سارے داؤ لگا کر ظلماً برصغیر پر اپنے قدم جمائے مسلمانوں نے دفاع وطن دفاع نظام کیا اور انگریز کے خلاف جنگیں لڑیں لیکن غلط ہتھکنڈوں سے انگریز نے پورا برصغیر فتح کر لیا پھر اس نے غلاموں کے لئے ایسے ضابطے اور قوانین بنائے جن کے تحت عوام اور رعایا کام کرنے پر مجبور ہو اور ان کی محنت کا سارا پھل حکمرانوں کو جائے اس نظام کو انگریز کا نوآبادیاتی نظام کہتے ہیں۔ جب ملک میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ گئیں اور ملک آزاد ہوا تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ انگریز چلا جاتا اور اپنا نظام بھی لپیٹ کر ساتھ لے جاتا اور ہم آزاد اقوام کی طرح اپنا نظام اپناتے جس میں کارخانہ دار کو اس کا اپنا حق ملتا اور مزدور کو اس کا اپنا جائز حق ملنا یقینی بنایا جاتا یوں معاشرے کے تمام طبقے اپنا اپنا کردار ادا کرتے اور اپنا اپنا حصہ وصول کر کے خوشحال رہتے لیکن ہوا کیا؟ محمد علی جناح نے ملک کو تقسیم کروا دیا اور وہ دنیا سے چلے گئے باقی آنے والوں کو حکومت میں آ کر وہ لطف آیا کہ انہوں نے نوآبادیاتی نظام کو اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لئے اتنا کارآمد پایا کہ انہوں نے اسے جاری رکھنا ہی اپنا نصب العین بنا لیا انصاف سے سوچیئے کہ انگریز تو مکار و عیار تھا اس نے برصغیر کو فتح کر کے عوام کو غلام بنایا تھا آج کے حکمرانوں نے کیا ہمیں فتح کیا ہوا ہے کیا ہم ان کی مفتوح قوم ہیں؟ قوم نے تو بھاری جانی اور مالی قربانیاں دے کر یہ خطہ مقدس اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا تھا آج اکسٹھ برس ہونے کو آئے کسی حکمران نے نوآبادیاتی نظام کو ختم نہیں کیا آج بھی انگریز آقاؤں کی طرز پر ہمارے ایک ادنیٰ حکمران نے بھی گزرنا ہو تو دور دور تک سڑکوں پر عوام کی آمد و رفت روک دی جاتی ہے جیسے انگریز حکمرانوں کے گزرنے کے وقت غلاموں کو روک دیا جاتا تھا کہ وہاں سے آقا نے گزرنا تھا۔ کیا ہمارے حکمران ہم میں سے نہیں ہیں؟ کیا انہوں نے یہ ملک فتح کیا ہے؟ آج ملکی باشندوں کی لڑائی حکمرانوں کے اس طرز عمل کا ردعمل ہے ان لڑنے والوں کا طریقہ کار غلط ہے انداز غلط ہے لیکن ان کی لڑائی اس کالونیل سسٹم کے خلاف ہے۔ ملکی سطح پر ایک کوشش ہوئی اور 1973ء کا متفقہ آئین بنا جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس نوآبادیاتی نظام کو ختم کیا جائے آئین میں یہ جملہ بنیادی طور پر اسی نکتے کو واضح کرتا ہے کہ اس مروجہ نظام میں جتنی باتیں خلاف اسلام ہیں انہیں اسلام کے مطابق ڈھالا جائے گا غیر اسلامی امور کو ختم کیا جائے گا انہیں تبدیل کر کے اسلامی اقدار پر مبنی حکومتی اقدامات کیے جائیں گے اور یہ کہ آئندہ کوئی اسمبلی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو اسلامی حدود سے متجاوز ہو یا اس کے خلاف ہو۔ لیکن آئین کی اس بات پر عمل ہوا نہیں! البتہ 1973ء سے لیکر آج تک

1973ء کے متفقہ آئین میں بے شمار تبدیلیاں کی گئیں اس لئے نہیں کہ آئین کے اصولوں کی پاسداری ہو سکے بلکہ اس لئے کہ آئین کے خلاف من مانی کرنے کے جواز مہیا ہو سکیں۔ دستور نافذ کرنے کے بجائے دستور میں ترامیم ہوتی رہیں آج کی حکومت کہتی ہے وہ اٹھارویں ترمیم لائے گی تو حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ حالت یہ ہے کہ ایک ایک ترمیم میں سوسو شقیں ہوتی ہیں اب تک کتنی ترامیم ہو چکی ہیں ان کے نتائج بھی سامنے ہیں مزید ترمیم لا کر کیا بہتری آسکتی ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی اس نوآبادیاتی نظام کو تبدیل کرنے کے لئے نہیں کہتا کوئی یہ جرات نہیں کرتا کہ آئین ودستور کے مطابق نوآبادیاتی نظام کو ختم کر کے آزادانہ زندہ رہنے کا نظام اسلام نافذ کر دیا جائے کوئی اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ بھی نہیں کرتا حالانکہ ان حالات کے سدھار نے کا حل نفاذ اسلام ہی میں ہے۔ لیکن حکمران اسلام سے ڈرتے ہیں۔ حکمرانو! اسلام سے ڈرتے ہو تو اتنی تبدیلی تو کرو کہ عام آدمی بھی زندہ رہ سکے وہی نظام نافذ کر دو جس میں انسانوں کو انسانی حقوق تو ملیں سوچو! غور کرو! امریکہ میں کیا اسلام نافذ ہے؟ کیا یورپ میں، برطانیہ میں سکینڈے نیویں ممالک میں اسلام نافذ ہے کیا جاپان میں اسلام نافذ ہے؟ لیکن وہاں عام آدمی تک کو زندہ رہنے کی تمام انسانی سہولتیں حاصل ہیں۔ ملک میں کم از کم اس سطح پر تو کام کر جاؤ۔ لیکن آج حکمران بھی اور حکومت بھی اسی نوآبادیاتی نظام کو بچانے کے لئے لڑ رہی ہے تا کہ ان کی عیش وعشرت کا راستہ بند نہ ہو۔ لڑائی لڑنے والے حکومت کے اس رویے سے تنگ آکر لڑ رہے ہیں ان کے لڑنے کا انداز غلط سہی ان کے بات کرنے کا طریقہ غلط سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ اس سے تھک گئے ہیں اور فساد پر اتر آئے ہیں۔ اللہ ہمیں اس فساد سے نجات دے لیکن یہ فساد جلدی ختم ہونے والا نہیں اس لیے کہ حکمران اس نوآبادیاتی نظام کو ختم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس طرح ان کے عیش وعشرت کی لٹیا ہی ڈوب جاتی ہے اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ اب وہ اسے مزید برداشت کرنے کو تیار نہیں، اب ہر صوبے میں لوگوں کا ردعمل مختلف ہے بلوچستان میں مختلف ہے صوبہ سرحد میں میں مختلف باقی پنجاب رہ گیا ہے جس دن یہاں بھی لوگ کھڑے ہو گئے اس دن چاروں برابر ہو جائیں گے۔ شاید میری باتیں تلخ لگیں اور ایجنسیوں کے احباب کو پسند نہ آئیں لیکن حق یہی ہے ایجنسیوں کے نمائندوں کو یہ حق حکمرانوں تک بھی پہنچانا چاہیے۔ یہاں نہ کسی کے خلاف سازش ہے نہ دشمنی صرف حق ہے اور صرف حق۔ اگر مسجد اور منبر سے بھی حق بلند نہیں ہوگا تو پھر کہاں سے ہوگا ہمیں حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس قابل ہیں ہمارے لیے یہی ذمہ داری بہت ہے جو اللہ نے ہمیں دے رکھی ہے۔ اگر ہم اپنی ذمہ داری کو پورے خلوص کے ساتھ پوری کوشش کے ساتھ پورا کر جائیں اور اللہ اسے قبول فرمالے تو ہم سمجھیں گے کہ ہمیں بہت بڑی کامیابی نصیب ہوگی اس لیے ہم حکومت کو ہٹا کر خود حکومت کے خواہش مند نہیں لیکن اس بات کے پرزور حامی ہیں کہ حکومت نوآبادیاتی نظام کو ختم کرے اور اسلامی نظام کو نافذ کرے نظر تو یہ آرہا ہے کہ یہ ٹکراؤ تب ہی ختم ہوگا جب یہ کالونیل سسٹم لپیٹ دیا جائے گا۔ اب یہ معاملہ ہفتہ دو ہفتہ کا نہیں ہے اسکی شدت میں کمی وبیشی آتی رہے گی۔ لیکن حالات ایسے ہی رہیں گے جب تک یہ نظام تبدیل نہیں ہوگا۔ اللہ کوئی تو ایسا بندہ لائے گا جو اس نظام کی بیخ کنی کرے گا۔ اور یہ ضرور ہوگا، نہ یہ میرے کہنے سے ہوگا نہ آپ کے محض چاہنے سے یہ نظام فطرت کے فطری نتیجے کے طور پر ہوگا انگریز کے بنائے ہوئے نوآبادیاتی نظام کو دوام نہیں ہے یہ ختم ہو کر رہے گا۔ پھر انصاف ہوگا عدل ہوگا ملک آباد ہوگا لڑائی ختم ہو کر امن ہو جائے گا لیکن یہ تب ختم ہوگا؟ جب عدل ہوگا۔ ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ طالبان نے تو اپنا اسلام بنا رکھا ہے اور اسے زبردستی نافذ بھی کرنا چاہتے ہیں یہ غلط بات ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ طالبان کے غلط اسلام کو رہنے دیں آپ اصلی اسلام نافذ کر دیں طالبان تو سوات اور مالاکنڈ میں نافذ چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس تو پورا ملک ہے آپ کے پاس حکومت ہے اقتدار ہے حکومتی طاقت ہے علماء ہیں آپ پورے ملک میں اصلی اسلام نافذ کر دیں جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ پھر آپ کو لڑنے والوں کے خلاف

لڑنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ جب حکومت کے پاس اسلام نافذ کرنے کی طاقت بھی ہے سہولت بھی تو وہ ان کے خلاف بندوق کیوں اٹھائے ہوئے ہے؟ لیکن حکومت کو یہ گوارا نہیں کہ انگریزی حکومتی نظام کی بیخ کنی ہو اس طرح تو وہ عوام کے خادم ہو جائیں گے عوام کی سطح پر زندگی گزارنی پڑے گی اور یہ انہیں منظور نہیں۔ اس نو آبادیاتی نظام میں تو ایک ایک سرکاری ملازم، وزیر، وغیرہ کے لئے آگے پیچھے دس دس گاڑیاں چلتی ہیں اعلیٰ غذائیں اور مہنگے ترین معیار زندگی پر ان کے دن گزرتے ہیں اگر اسلامی نظام آ گیا تو معیار زندگی عوام کی سطح پر لانا پڑے گا انہی مسائل سے گزرنا پڑے گا عام انسان کی طرح گزارہ کرنا ہوگا جو انہیں منظور نہیں وہ تو اقتدار میں آتے ہی اس لیے ہیں کہ انگریزوں کے نظام کے سائباں ہیں میں عیش کریں عوام کو لوٹیں بناوٹی تقریریں بناوٹی باتیں کریں اور اقتدار کو اپنی ہی اگلی نسل کو بخش جائیں آج کے حالات کی زبوں حالی کا ذمہ دار کوئی امریکہ کو ٹھہراتا ہے اور کوئی حکومتی کارندوں کی عیاشیوں کو حقیقت یہ ہے کہ جب انسانوں کے اپنے گناہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور انسان نادم ہونے کے بجائے گناہوں کو ہی پسند کرتا ہے تو تباہی آتی ہے۔ اس کے لئے اسباب بنتے ہیں۔ امریکہ کا کہنا سبب بن جائے یا کسی اور کا عمل سبب بن جائے لیکن یہ اپنے گناہوں کا ہی نتیجہ ہے۔ میری عوام سے گزارش ہے اللہ کے جانبازوں سے گزارش ہے کہ آپ ذکر اذکار کر کے رزق حلال کما کر اپنی زندگی کے معمولات کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے کوشاں ہو کر اس آگ پر پانی ڈال رہے ہیں۔ خواہ چڑیا کی چونچ کے برابر ہی سہی چونچ میں آئے چند قطرے بھی اپنا کام تو کرتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے معاملات اور معمولات میں کھرے ہو جائیں نیکی کریں ذکر باقاعدگی سے کریں اسے پھیلائیں نفاذ اسلام کے مرحلے کو اس طرح قوت بہم پہنچائیں یہ کام پوری محنت سے کریں۔ میں نے یہ تاریخ سرسری طور پر اس لئے بیان کر دی ہے کہ آپ کی اس پر نگاہ ہو آپ سمجھ سکیں کہ فطرت کی اپنی منصوبہ بندی ہے آپ خوش نصیب ہیں کہ بیس تیس کروڑ کی آبادی کے اس ملک میں سے اس نے آپ کو چن لیا ہے۔ اس کے احسان کو پہچانیے اور پورے خلوص کے ساتھ پوری محنت کیجیے ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہوگا لیکن ایسا بندہ انشاالله ضرور آئے گا جو اس نو آبادیاتی نظام کو بدلے گا انصاف قائم کرے گا اور پورا ملک آزاد ہوگا۔ جس کی حکومت اس کے ہاتھ سے نکل رہی ہو وہ کہتا ہے اسلام کو خطرہ ہے اس لیے اسکی حکومت کو قائم رہنا چاہیے اور جو اقتدار میں آنا چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ اسلام کو خطرہ ہے اس لیے اسے اقتدار میں آنا چاہیے۔ نہ تو اسلام کو خطرہ ہے کہ اسلام انشاالله رہتی دنیا تک قائم رہنے کے لئے آیا ہے اور یہ ملک بھی ہمیشہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے۔ اور اسلام کے نفاذ کے لئے بنا ہے ہاں خطرہ حکومتی ارکان کو ہے ان کے اقتدار کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ یہ ملک تو بنا ہی اسلام کے لئے ہے اس پر انصاف قائم ہوگا۔ کب ہوگا؟ کس کے ہاتھوں ہوگا؟ یہ اللہ کے علم میں ہے لیکن یہ ہوگا ضرور۔ نظر یوں آتا ہے کہ جب یہاں اسلام نافذ ہوگا تو پھر لادینی طاقتیں اس پر چڑھ دوڑیں گی وہ یہ برداشت نہیں کر سکیں گی یہاں نفاذ عدل اسلامی ہو ان کے چڑھ دوڑنے پر دفاع ہوگا وہ غزوہ الہند ہوگا انشاالله فتح اسلام کو ہوگی اور پورا برصغیر اسلامی ریاست بنے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جہاں بہت سی پیشین گوئیاں پوری ہوئی وہاں یہ پیشین گوئی بھی موجود ہے کہ غزوہ الہند میں دہلی فتح کر کے لال قلعے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والا جرنیل جماعت کا ساتھی ہوگا۔ لہذا وقت کے آنے سے پہلے تیاری مکمل رکھنی چاہیے ہر کام میں وقت لگتا ہے کسان بھی کاشت کرتا ہے تو آٹھ نو مہینے اسکی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے اور فصل کے پکنے کا انتظار کرتا ہے ہمیں بھی غزوہ الہند کے موسم بہار کے لئے اپنی محنت جاری رکھنا ہے۔ انشاء اللہ نظام عدل قائم ہوگا، نیکی غالب آئے گی پھر شیطانی طاقتیں میدان میں اتریں گی تو ان سب کو دیکھ لیا جائے گا ان سے نبٹ لیا جائے گا پھر شہادتوں کا مزا آئے گا پھر پتہ چلے گا کہ غازی کیسے ہوتے ہیں شہید کون ہے لہذا مایوسی والی کوئی بات نہیں اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں اللہ ہمیں توفیق بھی دے اور قبول بھی کرے۔

وَ اٰخِرُ دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

"اللہ سے گہرا تعلق"

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، 08-08-01

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیمO...ان اللہ لا یھدی.... کفار (سورۃ الزمر آیات 1 تا 3)

یہ کتاب اللہ جل شانہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جو حکیم و دانا تر ہے اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ اللہ کے ساتھ مخلص ہو کر زندگی گزاری جائے۔ یہ کتاب کائنات کی قوتوں کو استعمال کرنے کے لئے لائحہ عمل ہے۔ اس کتاب کی مثال ایسے ہے جیسے کسی مشین کے ساتھ آنے والی انسٹرکشن بک۔ جیسے کوئی موجد کسی ایجاد کی گئی چیز کے ساتھ ایک کتابچہ دیتا ہے جس میں اس ایجاد کو استعمال کرنے کی تفصیلی ہدایات دی گئی ہوتی ہیں، اس کتاب الٰہی کے نزول کا مقصد بھی بعینہٖ یہی ہے کہ اللہ نے کائنات بنائی ہے اس میں اپنی ان گنت نعمتیں بھر دی ہیں اور اس کائنات کو استعمال کرنے کیلئے یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ اللہ کی نعمتوں کو درست طریقے اور سلیقے سے استعمال کیا جائے۔

اللہ ہر چیز پر قادر و غالب ہے اپنی قدرت کاملہ سے جو چاہے کرتا ہے اور کروا سکتا ہے تو وہ جب بندوں کو پیدا کرتے وقت کسی سے مشورہ نہیں کرتا جیسا چاہتا ہے اس کی شکل وصورت بناتا ہے قد کاٹھ بناتا ہے اسے مختلف صلاحیتیں عطا کرتا ہے اور سب کچھ اپنی پسند سے دیتا ہے جب چاہتا ہے بیماری بھیج دیتا ہے جب چاہتا ہے موت وارد کر دیتا ہے تو پھر زندگی کے دیگر امور انجام دینے کیلئے بھی انسان کو کسی ضابطے کا حکماً پابند کر دیتا کوئی بندہ غلط کام کر ہی نہ سکتا وہ ایسا کرنے پر قادر تھا اور قادر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن اللہ پاک اپنے بارے خود فرماتے ہیں کہ اللہ الحکیم بھی ہے، وہ دانا تر ہے اس نے انسان کو بااختیار بنا کر اپنی پسند سے فیصلے کرنے کی اجازت خود دی ہے حدیث قدسی ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میری ذات تھی کوئی اسے جاننے والا نہ تھا۔ میں ایک پوشیدہ خزانے کی مانند تھا، میری مخلوق تھی جن میں ملائکہ مقربین بھی تھے، عرش اور آسمانوں پر فرشتے تھے زمین پر مخلوق تھی جنات و جانور تھے لیکن ان میں سے کسی میں جرات نہیں تھی کہ وہ میری ذات کی طرف نگاہ اٹھانے کی جرات کرے میری تمام مخلوق میرے حکم کی تابع تھی حاکم کو دیکھنے کی جرات کسی میں نہ تھی، پھر مجھے یہ بات پسند آئی کہ کوئی میری معرفت رکھنے والا بھی ہو جو مجھے پہچانے، جو میری عظمت اور میرے جمال سے، آشنا ہونا چاہتا ہو۔ مخلوق پر اپنی رحمتیں لٹانے کے لئے میں نے انسانوں کو پیدا کر دیا۔

اللہ نے جب انسان کو اتنی بڑی نعمت، ذات باری سامنے رکھی تو پھر ایک امتحان بھی رکھ دیا وہ یہ کہ ایک نہایت خوبصورت دنیا اس کے سامنے سجا دی حسن و جمال سے آراستہ لذتوں اور شیرینیوں سے پر، مختلف کیفیات سے بھری ہوئی دنیا جس میں کہیں اقتدار کا نشہ، کہیں مال و دولت کی فراوانی کا نشہ رکھا اور ان سب چیزوں میں کشش رکھنے کے بعد فرمایا کہ جو کوئی میرا طالب ہو گا اپنی طلب میں مخلص ہو گا وہ ان سب چیزوں کو ٹھکراتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ شاعر نے اسی بات کو یوں بیان کیا ہے۔

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں

اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

یعنی ذات حکم فرماتی ہے کہ میں نے دنیا کی شمع جلا کر سامنے رکھ دی اب یہ پروانوں کا امتحان ہے کہ وہ میری یاد پر نچھاور ہوتے ہیں یا اس عارضی بھڑکتی ہوئی شمع کی محض جلا دینے والی لو کی روشنی کے حسن جمال کے اسیر ہو جاتے ہیں۔

یہ آزمائش تو اگر چہ بڑی ہے لیکن اللہ نے مخلوق کو بے آسرا نہیں چھوڑا اگر چہ لوگ اس کے بارے غلط فہمی کا شکار ہیں جیسے ایک فارسی شاعر کہتا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای

باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

ترجمہ: مجھے ایک تختے پر باندھ کر آپ نے سمندر میں چھوڑ دیا اور کہتے ہیں کہ خبردار اپنا دامن بھیگنے نہ دینا لیکن یہ شاعر کی یاوہ گوئی ہے۔ اللہ کریم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے دنیا کے سمندر میں ایک اتنا بڑا جہاز اُتار دیا ہے کہ جس کے ڈوبنے کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ جہاز ہے اللہ کا نبی ﷺ جس نے اللہ کی نبی اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع کر لیا وہ ڈوبنے سے بچ گیا۔

ڈوبنے سے بچنے کی سبیل اتباع ہے محض دعویٰ نہیں۔ جیسے آج کے مسلمان کہ اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں عبادت بھی کرتے ہیں لیکن کام اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ایسے بات نہیں بنے گی۔

ادخلوا فی السلم کآ فۃ (البقرہ 208)

اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، تمہارا ہر عضو اسلام قبول کرے، رواں رواں مسلمان ہو جائے۔ اسلام کے خلاف وجود کا کوئی عضو حرکت نہ کرے۔ مسلمانی اس کا نام ہے۔ اسلام کا دعویٰ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ سمندر میں تو دھوکہ باز، فریبی کشتی دان بھی پھرتے ہیں بحری قزاق بھی پھرتے ہیں اور جہاز ان کے پاس بھی ہوتے ہیں۔ سمندر میں بھٹکتے بندے ہاتھ پاؤں مارتے ان کشتیوں اور جہازوں پر جا چڑھتے ہیں اور جو پاس ہوتا ہے وہ لٹوا دیتے ہیں۔ اس دھوکہ دہی سے بچنے کے لئے اللہ نے انسان کو سچی طلب کی نعمت ودیعت کی ہے اور ایک ہی سلامتی کا جہاز بنایا ہے اور اس کتاب میں دنیا کی نعمتیں استعمال کرنے کا طریقہ سکھا دیا ہے جیسے کہ فرمایا۔

خلق لکم مافی الارض جمیعاً.

میں نے روئے زمین پر بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اے نوع انسانی یہ سب تمہارے لیے ہیں انہیں کھاؤ پیو ان سے لطف اندوز ہو لیکن انہیں ضائع نہ کرو، اور صرف یہی نہیں بتایا بلکہ یہاں رہتے ہوئے اپنے خالق و مالک، پروردگار و رازق، رب رحیم و کریم کے ساتھ تعلق کے انداز بھی اسی کتاب میں بتائے۔ جو تمام ملکوں قوموں نسلوں اور مختلف عادات و رسوم رکھنے والوں کے لئے یکساں ممکن ہیں اور یہ کام صرف اللہ ہی کے لئے آسان ہے جو سب کا خالق ہے ورنہ انتہائی ذہین و فطین گروہ انسانی محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قوت و اقتدار کے زور پر کچھ ضابطے بنائے اور نوع انسانی کے لئے رائج کرنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہوگا، اقوام عالم کبھی اس پر متفق نہیں ہوں گی یہ مخلوق کے بس کی بات ہی نہیں یہ صرف اسی کا کام ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق میں سے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا جنہوں نے کسی دنیوی مدرسے، کسی عالم سے کچھ نہیں سیکھا اور کل انسانیت کو سکھا دیا یہ کمال ہے رب کریم کا جس نے اپنے نبی علیہ السلام کو خود تعلیم دی خود تربیت فرمائی اور اس دور میں مبعوث کیا جو ظلم و بربریت کی انتہا پر پہنچ چکا تھا اس خطہء زمین پر مبعوث فرمایا جو ہر برائی میں پوری دنیا سے آگے نکل چکا تھا اور اس نبی کامل نے تاریخ میں پہلی مرتبہ کل انسانیت سے خطاب فرمایا

یاایھاالناس انی رسول اللہ علیکم جمیعاً.

اے اولاد آدم! روئے زمین پر تم جہاں کہیں بھی ہو میں تم سب کے

لئے اللہ کا رسول ہوں۔ (سورۃ الاعراف 158) اللہ نے اپنے نبی ورسول اللہ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی اس کتاب میں پوری انسانیت کے لئے اور قیامت تک آنے والے تمام افراد انسانیت کے لئے اصول وقواعد دیئے قانون اور ضابطے بتائے۔ اللہ کی ذات کا پتہ دیا اللہ کی صفات سے آگاہی دی یہ بتایا کہ کس طرح کی زندگی اللہ کو پسند ہے اور کیا کام اسے پسند نہیں بتایا کہ کمانا کیسے ہے؟ خرچ کیسے کرنا ہے؟ دوستی ودشمنی کے اصول دیئے ذاتی امور کی انجام دہی سے لیکر خانگی، قومی ملکی، اور بین الاقوامی امور کے بارے رہنمائی دی ہے کہ معاشرتی زندگی کے اطوار کیا ہوں گے؟ سماجی زندگی کیسی ہوگی؟ عدالتی اور سیاسی ادارے اور نظام کیسا ہوگا ان اداروں پر کنٹرول کرنے کا ادارہ حکومت کیسی ہوگی؟ حکومت کے فرائض کیا ہوں گے حاکم کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی محکوم کے حقوق وفرائض کیا ہوں گے غرض زندگی کی ابجد سے لے کر انتہا تک ماں کی گود سے لیکر قبر کی گود تک پوری زندگی کا نصاب دے دیا اور اللہ کے اس رسول اللہ ﷺ نے جو قانون اور ضابطے دیئے اللہ سے تعلق اور اسکی عبادت کے جو انداز دیئے انسانیت نے ثابت کر دیا کہ یہ سب کے لئے یکساں قابل عمل اور مفید ہیں چودہ صدیاں بیت گئیں ہر قوم نے وہی اذان اپنائی اور کسی کو عجیب نہیں لگا ہر قوم نے عبادات کا وہی نظام اپنایا صلوۃ وصوم حج وزکوۃ کے وہی طریقے اپنائے اور انہیں بہترین پایا آج ہر ملک میں مسلمان ہیں اور الحمداللہ اسی طریقے پر عبادات کر رہے ہیں۔ ممالک کے موسم مختلف ہیں۔ قد کاٹھ، رنگ ونسل، غذا وماحول مختلف ہیں اوقات میں فرق ہیں لباس مختلف ہیں غرض بے شمار چیزوں میں اختلاف ہے لیکن ہر جگہ اذان وہی ہوتی ہے صلوٰۃ ویسے ہی ادا کی جاتی ہے آداب زندگی وہی ہیں اس کا مطلب ہے کہ کتاب منزل من اللہ ہے اس میں بتائے گئے طریقے وسلیقے تمام انسانیت کے لئے قابل عمل ہیں اور صرف قابل عمل ہی نہیں آسان ترین اور بہترین ہیں۔ یہ ہے معنی اللہ کے حکیم ہونے کا اس نے فرمایا میں عزیز وحکیم ہوں میری حکمت کا تقاضا تھا کہ میں نے نوع انسانی کو اتنی بڑی نعمت سے نوازا کہ اسے معرفت حق کا شعور دے دیا سو جتنی بڑی نعمت تھی اتنا بڑا امتحان بھی راستے میں آ گیا کہ اس پل سے گزر وگے تو ایک اور دریا سامنے آجائے گا۔ منیر نیازی کا ایک شعر ہے، میں نے انسانی زندگی کی اتنی خوبصورت عکاسی کہیں اور نہیں دیکھی کہتے ہیں۔

ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اُترا تو میں نے دیکھا

انسانی زندگی ایک مسلسل عمل کا م ہے۔ انسان ایک دریا عبور کرتا ہے دوسرا سامنے آجاتا ہے۔ بندہ ایک آزمائش سے نکلتا ہے سامنے دوسری آزمائش آجاتی ہے۔ دولت کو جھٹک دے تو اقتدار دامن پکڑ لیتا ہے۔ اسے جھٹک دیں تو لالچ سامنے آجاتا ہے اور یہ آزمائشیں قدم قدم پر تادم واپسیں موجود رہتی ہیں لیکن اگر کسی کو ایک زرہ معرفت الٰہی کا نصیب ہو جائے تو یہ لذات بندہ مومن کے پاؤں کی ٹھوکر بن جاتی ہیں اس لیے اللہ خالق ہے اور باقی ہے ان کا تو مقابلہ ہی کوئی نہیں یہ تو بندے کی پس ہمتی ہے کہ وہ مخلوق پر فدا ہو کر خالق کو چھوڑ دے۔ اور جو چھوڑ دے گا وہ بھگت لے گا اس لیے فرمایا۔

انا انزلنا الیک الکتب بالحق ۔ میرے حبیب ﷺ اس کتاب کے کسی قاعدے وضابطے پر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا دانشور اعتراض کر کے دکھائے یہ ممکن ہی نہیں اس لئے کہ یہی حق ہے۔ کہنے کو تو ابو جہل بھی کہتا تھا ابولہب بھی کہتا تھا اور ہمارے حکمرانوں نے بھی کہہ دیا کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں لیکن اس کہنے کو ثابت تو کوئی نہ کر سکا اس لئے کہ اس میں واقعات ہیں تو وہ من وعن ہیں حال کے متعلق قوانین وضابطے حق ہیں مستقبل کی بات حق ہے موت اور مابعد الموت کے حقائق ہیں اس کا زرہ زرہ حق ہے لیکن بات یہ ہے کہ اس کے مطابق کیسے چلا جائے جبکہ چپے چپے پر دنیا دامن پکڑ لیتی ہے یہ مانند

خارزار ہے دنیا کی ہر جھاڑی پر بظاہر پھول نظر آتے ہیں قریب جاؤ تو دامن کانٹوں میں الجھ جاتا ہے انسانی نگاہ پھولوں پر فدا ہوتی ہے اور قریب جاؤ تو دامن پھٹ جاتا ہے اور انگلیاں زخمی ہو جاتی ہے۔ کیا حل ہے؟ اللہ کریم نے بڑا آسان نسخہ بتایا۔

فاعبدالله مخلصاً له الدين O

اللہ کی اطاعت اس طرح سے کرو کہ خالص اللہ ہی کے ہو جاؤ۔ مختصر سی بات پُر تاثیر نسخہ کہ خالص اللہ کے ہو جاؤ تمہارا کوئی بھی کچھ نہ بگاڑ سکے گا نہ دنیا کا حسن و جمال نہ اقتدار و اختیار نہ مال و دولت نہ فقر و افلاس نہ مصیبت و مسائل شرط یہ ہے کہ اللہ کے لئے کھرے ہو جاؤ اس میں آمیزش نہ ہو اور یہی کام آسان نہیں کہ بندہ خاکی انسان ہو، مشت غبار ہو اسے نیند بھی آتی ہو بھوک بھی لگتی ہو بخار بھی آتا ہو صحت کا سرور بھی ہو خواہشات بھی ہوں خواہشات کی تکمیل کا سامان نظر آ رہا ہو خواہشیں بھی ایسی کہ "ہزاروں خواہشیں ایسیں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے" دنیا کا حسن و جمال بھی ہو اور بندہ محتاج و ضرورت مند بھی ہو۔ ضرورت کے لئے خریدنا چاہے تو ایک سے ایک اعلیٰ چیز موجود ہو تو اس کا جی کیسے نہ للچائے؟ یہ خلوص کہاں سے ملے گا؟ یہ خلوص نبی کریم ﷺ کے سینۂ اطہر سے ملے گا۔ اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو صرف تھیوری نہیں دی بلکہ جس قلب پر کتاب نازل فرمائی اسے کیفیات بھی عطا کر دیں۔ ساری کائنات اس قلب اطہر سے وہ کیفیات لیتی رہے تو بڑھتی ہیں کم نہیں ہوتیں۔ خلوص کی یہ دولت ان خوش نصیب افراد امت کو درجہ کمال میں عطا ہوئیں جو نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں صحبت نبی کریم ﷺ سے فیض یاب ہوئے بعد کے زمانوں کے لوگوں کے لئے خلوص کی یہ دولت عام رکھی گئی ہے آج بھی اور ہمیشہ یہ دولت آپ ﷺ کے قلب اطہر سے تقسیم ہو رہی ہے ہوتی رہے گی لیکن کسی نہ کسی واسطے سبب اور ذریعے سے حاصل ہوگی، حضرت سمیہؓ مکہ مکرمہ کی ایک ضعیف خاتون تھیں اور ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو نسل در نسل غلام آ رہے تھے ان کے پورے خاندان نے کلمہ پڑھ لیا اور پڑھا محمد الرسول اللہ ﷺ کے روبرو جب انہیں نگاہ مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوئی، آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے کلمہ حق کی تلقین نصیب ہوئی تو آپ ﷺ کے قلب اطہر سے مخصوص کیفیات صحابہ کے سینے میں در آئیں کہ وہ رب جو نظر نہیں آتا وہ اسے محسوس کرنے لگے ان کے دل میں ایسی کیفیات بھر گئیں کہ جمال حق جو دنیا میں دکھائی نہیں دیتا وہ ان سے پوشیدہ نہ رہا۔

ابو جہل نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے، بڑی سزائیں دیں وہ اس بات پر پریشان تھا کہ اسلام کے دائرے میں آنے والے امیر، آزاد، اور طاقتور لوگ ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی یہ طاقت بھر گئی ہے کہ وہ ہر قسم کا ظلم سہے جا رہے ہیں لیکن اس سے پھر نہیں رہے اگر وہ غلاموں اور کمزوروں کو اس سے باز نہ رکھ سکا تو وہ حضرت عمرؓ جیسے جری اور بہادر کو کیسے روک سکے گا؟ اسی خجالت میں وہ ان پر مظالم بڑھائے جا رہا تھا اسی طرح شب و روز گزر رہے تھے گلی کے ایک موڑ پر انہیں زمین پر لٹا کر ہاتھ پاؤں باندھ کر ان پر کوڑے برسائے جا رہے تھے کہ اہل خاندان کے قریب سے حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان پر ڈھائے گئے مظالم کو دیکھا، ان کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا۔

اصبرو یا ال یاسر انما موعدکم الجنة.

آپ ﷺ نے ان کے لئے کسی خادم کو حکم نہیں دیا کہ انہیں آزاد کروانے کی کوئی کوشش کریں نہ کافروں سے فرمایا کہ ان پر ظلم نہ کریں بلکہ آپ ﷺ نے تمام معمولی انعامات کو چھوڑ کر بہت بلند بات ارشاد فرمائی عارضی نعمتوں کے بجائے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ اے اہل یاسر حق پر ڈٹے رہو، صبر کرو، یعنی جمے رہو یقیناً تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ غور کا مقام یہ ہے کہ میرا اور آپ کا حساب تو قیامت کو ہوگا۔ ہم بزعم خود اپنی پارسائی کو لیکر اللہ کے دربار میں جائیں گے اور ہمیں نہیں پتہ کہ وہ وہاں مقبول ہوتی ہے یا نہیں

لیکن یہ وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت کا نتیجہ حشر میں ہونے والے حساب کتاب کا فیصلہ محمد الرسول اللہ ﷺ نے مکے کی گلی میں سنا دیا کہ آل یاسر تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔ تو جنہیں ارشاد پیغمبر ﷺ کی بدولت جنت نظر آ رہی ہو تو بھلا اسے اس میں داخل ہونے سے کوئی روک سکتا ہے۔ ابو جہل جب ایذائیں دے دے کر ہار گیا تو اس نے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے بی بی سمیہؓ سے کہا کہ دل سے اپنے اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مانتی رہو میری عزت رہ جائے گی اگر تم صرف زبانی ہی اللہ کا انکار کر دو، انہوں نے فرمایا تیری آنکھوں پر تو کفر کی ظلمت ہے جس کے باعث تو حق اور حقائق کو نہیں دیکھ سکتا لیکن جسے میں واحد ولاشریک دیکھ رہی ہوں اس کا انکار کیسے کر دوں۔ میری رگوں میں خون نہیں اس کی محبت دوڑ رہی ہے وہ جو نظر نہیں آتا اسے میری آنکھیں نہیں دیکھ رہیں لیکن وہ میرے سامنے ہے! اس پر ابو جہل نے نہایت ظالمانہ طریقے سے انہیں شہید کر دیا یہ اسلام کی پہلی شہید تھیں۔ پہلی شہید ایک خاتون تھیں۔ اس یقین وایمان کے ساتھ زندہ رہیں اسی پر واصل بحق ہوئیں اس عمل نے ان کے لئے کیا کیا؟ اس عمل نے ان کا جنت میں داخلہ یقینی بنا دیا۔ آسان کر دیا اور وہ فوراً جنت میں داخل ہوئیں۔ بات کیا تھی؟ بات یہ تھی کہ انہیں اللہ کے سوا نہ کوئی بچانے والا لگتا تھا اور نہ ہی اللہ کے سوا وہ کسی چیز کی طالب تھیں نہ انہیں دولت کا لالچ تھا نہ سزا کم کروانے کی خواہش انہوں نے حق کو پا لیا اور اسی پر قائم رہنا انکی سب سے بڑی خوشی تھی بات یہ تھی کہ انہیں اللہ کے ساتھ خلوص کی یہ دولت قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے اس خاتونؓ کے دل میں منتقل ہوئیں جس سے ان میں وہ کھرا پن آ گیا۔ قیامت تک خلوص حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے قوانین اور ضابطے اس کتاب قرآن حکیم سے ملیں گے اور ان ضابطوں پر عمل کرنے کی قوت قلب اطہر رسول اللہ ﷺ کی برکات سے ملے گی۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ خلوص کا رشتہ صرف اللہ سے ہوتا ہے جیسا قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ الا للہ الدین الخالص اور اسے اللہ نے دین کہا ہے مذہب نہیں کہا۔ دین اور مذہب میں فرق ہوتا ہے۔ مذہب سے مراد ہے چلنے کا راستہ، منزل پر پہنچنے کے راستوں میں سے کوئی راستہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور راستہ صحیح بھی ہو سکتا ہے منزل کو جانے والا تو ایک ہی راستہ درست ہوتا ہے لیکن کوئی دھوکے سے کسی غلط راستے پر بھی ڈال سکتا ہے اسی طرح مذہب کھرا بھی ہو سکتا ہے اور مذہب ہی کھرا ہے۔ الا للہ الدین الخالص جب کوئی ماننے والا کسی کی عبادت کرے اور خود کو عبادت کرنے والا اور معبود کو معبود برحق مان کر اپنا اور معبود کا رشتہ استوار کرے تو ایسی ذات صرف اللہ ہے۔ یہ بات صرف اللہ کے ساتھ رکھنی ممکن ہے اسی لیے معبودان باطلہ کی عبادت کوئی بھی خلوص کے ساتھ نہیں کرتا۔ دنیا کے مذاہب باطلہ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجیے کوئی بتوں کو پوجتا، کوئی سورج کو، کوئی چاند کو تو کوئی آگ کو لیکن تمام پوجنے والے اپنے معبود کے ساتھ رشتہ صرف اغراض کا رکھتے ہیں کہ فلاں کی پوجا سے یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ اور فلاں سے یہ ضرورت پوری ہو گی ان کی عبادت میں اخلاص نہیں ہوتا وہ اپنے معبود کو اس لئے لائق عبادت نہیں مانتے کہ وہ ہے ہی لائق عبادت یہ کمال صرف ذات باری میں ہے کہ جو اپنا رشتہ اللہ سے بنانا چاہے اور خود کو اتباع نبوی ﷺ میں لے آئے اس کا قلب وباطن مان لیتا ہے کہ اللہ کی ذات ہے ہی عبادت کے لائق اور اس بندے کا ظاہر اس کے اس عقیدے کی گواہی دیتا ہے۔ آج جس دور میں ہم ہیں اس میں ہماری عبادت بھی، ہمارا اسلام بھی، ہمارا اللہ کو ماننا بھی اغراض سے وابستہ ہے، ہمارا رشتہ بھی خلوص سے عاری ہے اسی لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمیں دنیاوی تکالیف سے بچایا جائے ہم عبادات کرتے ہیں تو ہمارے گھروں، خاندانوں میں کوئی مسئلہ ہی پیدا نہ ہو۔ یہ طرز عبادات مذہب میں ہے دین میں نہیں دین تو خلوص کے رشتے کا نام ہے اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ بندے کا اللہ سے تعلق ہو تو

پھر وہ کھرا تعلق ہوتا ہے اللہ سے تعلق کھوٹا ہونا ممکن نہیں اللہ کی ذات ہی ایسی ہے کہ جو اس سے رشتہ رکھتا ہے وہ کھرا ہی رکھتا ہے۔ اللہ کے علاوہ تمام تعلقات اغراض ومفادات پر مبنی ہوتے ہیں ہر ایک کی اپنی تمنائیں اور اپنی خواہشات چھپی ہوئی ملیں گی۔ اللہ کریم سے رشتہ جب بھی قائم ہوگا وہ صرف اس خلوص پر قائم ہوگا کہ اللہ کی ذات ہے ہی عبادت کے لائق اور اس کی عبادت بندے کے لئے راحت جاں ہے۔ باہمی رشتوں میں خلوص بھی اللہ کے ساتھ مخلص ہونے کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی کی مثال سے رشتہ خلوص کو سمجھنا آسان ہوگا۔ سلطانؒ سے اپنی وفاداری کے بارے ان کے مصاحبین نے عرض کی کہ وہ تو سلطانؒ کے آباء واجداد کے زمانے سے سلطان کے وفادار رہے ہیں، جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ کاروبار سلطنت میں معاون رہے ہیں، لیکن جب سے دربار میں آپ ایاز کو لائے ہیں تب سے یہ ہم سب پر سبقت لے گیا ہے آپ اس کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں اور اس طرف توجہ بھی زیادہ ہے۔ سلطانؒ نے سنا اور خاموشی اختیار کی۔ البتہ ایک دعوت کا اہتمام کیا تمام امراء دربار اور فوج کے جرنیلوں کو بلایا اور دعوت میں طعام کے علاوہ بیش قیمت جواہرات، گھوڑے، اسلحہ، جاگیروں کے انعامات اور خزانوں کے خزانے ڈھیر کردیے اور تمام حاضرین سے کہا گیا کہ جشن فتح منایا جارہا ہے تمام لوگ اس میں سے جو چاہیں پسند کرلیں وہ سامان ان کے گھر پہنچ جائے گا۔ دعوت طعام کے بعد انتخاب کا وقت آیا ہر ایک نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق انعامات کا انتخابات کیا کسی نے اسلحہ، کسی نے گھوڑے کسی نے جاگیر اور کسی نے جواہرات پسند کیے۔ ایاز کو بھی دعوت انتخاب دی گئی، ایاز اٹھا اور اس نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ تھا اس کا انتخاب۔ اس پر سلطانؒ نے امراء وجرنیلوں سے کہا یہ فرق ہے تمہارے اور ایاز میں یہ بھی خدمت کرتا ہے آپ بھی خدمت کرتے ہیں لیکن آپ کی منتہائے نظر مفادات واغراض ہیں اسکی منتہائے نظر رشتہ اور تعلق ہے۔ آپ نے جاگیریں اور انعامات پسند کیے اس نے میری ذات پر ہاتھ رکھ دیا لیکن آپکو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ اس نے مجھے پسند کر کے ساری سلطنت اپنے ساتھ کرلی جس کے ساتھ سلطان ہوگا ساری سلطنت بھی اسی کے ساتھ ہوگی۔ اللہ کریم کو خلوص پسند ہے وہ فرماتا ہے کہ اس کے ساتھ رشتہ خالص ہونا چاہیے الا للہ الدین الخالص خوب اچھی طرح سن لو کہ اللہ کے ساتھ خالص کھر تعلق ہی دین ہے خالص عقیدہ خالص دین نصیب ہوجائے تو نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو موت آئے یا زندگی ملے، زندگی میں نفع ہو یا نقصان، لوگ خوش ہوں یا ناراض بندے کے لئے صرف اللہ کی فرمانبرداری ہی میں راحت ہوتی ہے وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کے لئے اللہ کافی ہے لیکن چونکہ اسے دنیا میں رہنا تو مخلوق کے ساتھ ہی ہوتا ہے تو پھر وہ یہ کہتا ہے کہ میں مخلوق کے ساتھ وہ برتاؤ کروں گا جو اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے، وہ کاروبار کروں گا جو اللہ نے فرمایا ہے صلح بھی اس کے کہنے پر کروں گا اور دشمنی بھی اس کے حکم کے مطابق کروں گا۔ وہ اپنے اللہ سے ایسا رشتہ پالیتا ہے کہ ہر حال میں اللہ کی فرمانبرداری ہی اس کی رضا اور پسند بن جاتی ہے۔ لیکن بندہ آخر بندہ ہے انسانی جذبات اور بیرونی محرکات ہمیشہ کارفرما رہتے ہیں لیکن جیت ہمیشہ اللہ کے ساتھ کھرے تعلق کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم دست بدست لڑ رہے تھے، لڑتے لڑتے تلواریں ٹوٹ گئیں حضرت علیؓ نے یہودی کو نیچے گرالیا اور اپنی کمر سے خنجر نکال کر اسے مارنے لگے کہ اس نے آپؓ پر تھوک دیا۔ اسی لمحے حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے وہ ان کے اس طرح چھوڑ دینے پر حیران رہ گیا اس نے کہا یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ تو مجھ پر قابو پا چکے تھے اور میں عالم بے بسی میں یہی کرسکتا تھا کہ اپنا غیض وغضب اس طرح ظاہر کرتا جیسے میں نے کیا تو مجھے تو اپنی حقارت کے اظہار کا کوئی اور طریقہ نہیں ملا لیکن آپ نے ایسے کیوں کیا؟ حضرت علیؓ نے

فرمایا میں تجھ سے اللہ کی رضا میں جنگ کر رہا تھا جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے ذاتی طور پر تجھ پر غصہ آ گیا اب میں تجھے قتل کرتا تو اپنی توہین کا بدلہ بھی اس میں شامل ہو جاتا اور اپنے لئے تجھے قتل کرنے کی اجازت اللہ نے مجھے نہیں دی۔ یہ ہے الا للہ الدین الخالص اللہ کے لئے دین خالص ہے اپنی ذات آڑے آئے یا کسی دوسرے کی ذات عمل دین حق پر ہوگا خالص اللہ کے لئے ہوگا۔ اس واقعے سے اس کھرے تعلق کو پانے کے لئے اسے بھی کلمہ توحید نصیب ہو گیا یہ کھرا تعلق عرب کے ان باشندوں کو نصیب ہوا جو قبل بعثت کے عرب معاشرے کے لوگ تھے جس معاشرے میں ظلم کی انتہا تھی وہی لوگ تھے جنہیں بعثت رسول اللہ ﷺ کے بعد صحبت پیغمبر ﷺ نصیب ہوئی تو ایک نگاہ پاک نے انہیں فرشتوں سے معزز کر دیا اور پھر انہی لوگوں کے لئے بدر واحد میں اللہ کریم نے گروہ در گروہ فرشتے نازل کیے اور ان کے لئے فرشتوں سے فرمایا کہ میرے یہ بندے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر خالص میری رضا کے لئے کمر بستہ کھڑے ہیں، جاؤ اور ان کی طرف سے لڑو، یہ وہی فرشتے تھے جنہوں نے تخلیق آدم سے قبل بارگاہ الوہیت میں عرض کی تھی کہ اللہ کریم آپ ایک نئی مخلوق پیدا فرمانا چاہتے ہیں جو پہلی مخلوق کی طرح فساد کرے گی ہم آپکی اطاعت وفرمانبرداری آپکی عبادت تسبیح وتقدیس کے لئے کافی ہیں، اور اللہ کریم نے فرمایا تھا۔ انی اعلم مالا تعلمون میری ذات جانتی ہے اور تم نہیں جانتے تم اطاعت وعبادت تو کر سکتے ہو میرے لئے قربانی وایثار نہیں کر سکتے درد عشق اور درددل کے ساتھ جانیں لٹانا اولاد قربان کرنا یہ کام کون کرتا اگر میری یہ مخلوق نہ ہوتی۔ یہ ہے کھرا پن اللہ کو کھری چیز پسند ہے آمیزش والی نہیں الا للہ الدین الخالص۔ انسانی مزاج میں کچھ کمزوریاں ہیں بندہ کھرا ہونے کے لئے محنت کرے تو مزاج الٹ جاتے ہیں اور لوگ اسے ہی عبادت سمجھتے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھیں اور فلاں بزرگ کے پاس جائیں فلاں سے دعا منگوائیں فلاں کی بات کو حتمی اور یقینی مانیں تو انکے کام آسان ہو جائیں گے مشکلات حل ہو جائیں گی مصائب وپریشانیاں چھٹ جائیں گی اس طرح لوگوں سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں پھر اس راستے پر چل نکلتے ہیں اور غیر اللہ کی پوجا تک چلے جاتے ہیں۔ دنیا میں جن کے بت بنائے گئے وہ بھی کبھی اللہ کے نیک اور مقبول بندے تھے لوگوں کو ان سے عقیدت وارادت تھی پھر وہ رفتہ رفتہ عبادت کے درجے تک پہنچ گئی انہوں نے پھر اللہ کو چھوڑ دیا اور انہی بزرگوں کے بت بنا لئے عرب میں رائج مشہور بت یعوث ویعوق نصر یہ کبھی اللہ کے نیک بندوں کے نام تھے۔ نیک بندوں کو معبود کا درجہ دینے کی وجہ قرآن حکیم میں یوں آئی ہے۔

والذین اتخذوا من دو نہ اولیا ء ما نعبد ھم الا یقربونا الی اللہ زلفا اپنے اس عمل کے لئے یہ بڑا خوبصورت بہانہ بناتے ہیں کہ ہم ان بزرگوں کو اس مقام پر اس لئے رکھتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب پہنچا دیں گے۔ جب خلوص نہیں رہتا تو خواہشات رہ جاتی ہیں اور خواہشات کی تکمیل کے لئے چور دروازے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ سے اس لئے عقیدت ہے کہ یہ اللہ کے قریب پہنچا دیگا لیکن درحقیقت فلاں بزرگ سے اس لئے عقیدت ہوتی ہے کہ اس سے اغراض ومفادات کے پورا ہونے کی امید ہوتی ہے اللہ فرماتے ہیں بات صرف اللہ کی مانو، کون بتائے گا اللہ کی بات؟ اللہ نے اپنی بات بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری کسی کو دی ہے؟ صرف محمد الرسول ﷺ کی ذات عالی کو اس کام کیلئے مبعوث کیا ہے اور قیامت تک آپ ﷺ یہ ذمہ داری پوری کرتے رہے گے۔ عالم اور پیر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات بتا سکتے ہیں اپنی منوا نہیں سکتے جو شخص اپنی بات منوائے گا وہ پیر یا عالم نہیں ڈاکو ہے انسانوں کا ایمان ضائع کر دے گا۔ ایسے لوگوں کی بات ماننے والے کس طرح اللہ کا قرب پا سکتے ہیں جو اللہ کی بات سے ہٹا کر اپنی بات منوائیں اور ماننے والے کہیں کہ وہ ان پیروں عالموں کی بات اس

لئے مانتے ہیں کہ اللہ کا قرب دیں گے کیسی عجیب منطق ہے کہ اللہ کے بجائے غیر اللہ کی پوجا کی جارہی ہو اور اس پر قرب الٰہی کے ملنے کی امید بھی! عقل کے ہاتھوں لاچار ہو کر بھی ماننا پڑتا ہے کہ کوئی ایک ہستی ہے جو سب سے اوپر ہے جس نے سب کو بنایا ہے اور جس کو کسی نے نہیں بنایا جہاں تک عقل کی حد ہے وہاں تک تو کافر کو بھی ماننا پڑتا ہے فرمایا ایسا ایمان مقبول نہیں وہ گہرا یقین چاہیے جو اللہ کی ذات پر جم جائے۔ ہر ایک سے تعلق اس لئے رکھے کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور اس طرح رکھے جس طرح نبی کریم ﷺ نے سکھایا ہے۔ کسی کی عزت کرے تو اس لئے کہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور کسی سے سختی کیساتھ پیش آئے تو اس لئے کہ سختی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

فرمایا ان اللہ یحکم بینھم فی ما ھم فیہ یختلفون یہ اختلافات دنیا میں طے نہیں ہوں گے لہذا ان کی پرواہ نہ کی جائے بس اپنا معاملہ رب العلمین سے سیدھا رکھا جائے لیکن ہوتا یہ ہے کہ عقل انسانی چونکہ بہت عیار ہے لہذا اپنی رائے کو مقدم رکھنے کے لئے بہت حیلے حوالے تراشتی رہتی ہے۔ شاعر نے کہا تھا۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں عقل کو بھی سمجھا دو کہ کوئی حیلہ حوالہ نہیں اللہ کی بات اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی بات بعینہ ماننی ہے اس میں کوئی شرط نہیں لگانی۔ اور بندہ شرط کیسے لگا سکتا ہے خالق کے سامنے بندے کی حیثیت ہی کیا ہے؟ شرط تو برابری کی سطح پر لگائی جاتی ہے جیسے انسان آپس میں کاروبار کرتے ہیں کہ ایک جنس بیچے گا دوسرا خریدے گا ہم اللہ کے ساتھ کاروبار نہیں کر سکتے ہم اس کے برابر کے تو نہیں وہ خالق ہے ہم مخلوق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں آپکی عبادت کرتا ہوں۔ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے ہمارے پاس عبادت کے سوا کوئی چارہ نہیں عبادت کرنا ہماری ضرورت ہے ہمارے چین اور سکون کا باعث ہے ہمارا رابطہ ہی خالق سے عبادت واطاعت سے بنتا اور قائم رہتا ہے لہذا یہ ہماری اپنی ضرورت ہے۔ پھر فرمایا جو شخص دوسروں سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے وہ جھوٹا بھی ہے اور اللہ کا ناشکرا بھی ہے اس پر اللہ کی اتنی ناراضگی مرتب ہوتی ہے کہ ایسے جھوٹوں اور ناشکروں کو اللہ پھر توبہ کی توفیق بھی نہیں دیتے۔

ان اللہ لایھدی من ھو کذب کفار O

لہذا انسان کی کامیابی کا مدار اللہ سے کھرا تعلق رکھنے میں ہے۔ یہی سارا تصوف وسلوک ہے۔ تصوف کا حاصل کیا ہے؟ عقیدے میں خلوص، عمل میں خلوص۔ عقیدہ وہی ہو جو حضور ﷺ نے بتایا عمل وہی جو حضور ﷺ نے سکھایا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر شخص کے کھرے پن کا اپنا درجہ ہے ہر فرد کی گیرائی اور گہرائی الگ ہوتی ہے اس لئے کہ ہر شخص کا علم الگ ہوتا ہے۔ تجربہ الگ' اور اسی طرح خلوص کا معیار بھی الگ ہے۔ عمل خواہ تھوڑا ہی ہو لیکن خلوص ہو اور کھرا پن ہو تو مقبول بارگاہ الٰہی ہوتا ہے۔ شیخ تو وہ ہوتا ہے جو بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ السلام سے تقسیم ہونے والی برکات کو دلوں میں انڈیل دے اور بندے کا تعلق رب العالمین سے کھرا کر دے۔ شیخ کے ذمے یہ نہیں ہے کہ وہ سالکین کے بچوں کو ملازمتیں دلوائے نہ اس کے ذمے ہے کہ بیماری کا علاج کر دے نہ یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے کہنے سے فصل زیادہ آئے۔ یہ سب کام اللہ رب العلمین کے ہیں۔ شیخ کی ذمہ داری یہ ہے کہ حضور ﷺ کی غلامی کرنے کا درد دلوں میں جگائے وہ درد اور خلوص عطا کر دے کہ بندے کا سارا بھروسہ سارا اعتماد ذات باری پر آجائے اور یہ نعمت ہر جگہ نہیں ملتی یہ نبی کریم ﷺ کے سینہ اطہر سے مقبولان بارگاہ الٰہی کے سینوں میں آتی ہے اور طالبین بارگاہ الٰہی کے سینوں میں اُتاری جاتی ہے اب یہ ہر فرد کے ذمے ہے کہ وہ خود تلاش کرے کہ یہ نعمت اسے کہاں سے مل سکتی ہے اور جب کہیں سے مل رہی ہو تو وہاں سے اٹھ کر نہ جائے۔ علماء کا تو یہ کام ہے کہ وہ اس نعمت کو حاصل کریں

اس کی نشاندہی کریں دوسروں کو اللہ سے کھرا تعلق پانے کی ترغیب دیں لیکن اب تو کہانیاں سنائی جاتی ہیں واقعات دہرائے جاتے ہیں عمل وہیں کا وہیں ہے۔ بیٹھے وقت ضائع کیے جارہے ہیں۔ مولانا رومی نے مشورہ دیا تھا

"مکن باصوفیان خام یاری۔۔۔کہ بہ خامہ نہ باشی خام کاری"

کچے اور بناوٹی صوفیوں کے ساتھ دوستی نہ کرو وہ خود بھی خام کار ہوتے ہیں تمہیں بھی خام کار کر دیں گے ہمیشہ پختہ کاری پر نظر رکھو۔ اگر واقعی شیخ نصیب ہو جائے تو ایک ملاقات اور چند جملوں میں اپنے دل کی دنیا میں ہلچل محسوس ہوتی ہے۔ الحمد اللہ ہمیں تو وہ ہلچل محسوس ہوئی لیکن ایک بات ہے کہ شیخ مل جائے تو بھی ہر دل کو یہ نصیب نہیں ہوتا اس دل کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے جس میں خلوص کے ساتھ اللہ کی طلب ہو ورنہ بڑے بڑے لوگ بڑے بڑے مشائخ عظام کے پاس آئے اور نامراد ہی رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھی بڑے بڑے لوگ آئے لیکن خلوص کے ساتھ نہ آئے تو نامراد ہی نکالے گئے۔ طلب میں خلوص ہو، شیخ پر اللہ کی رحمت ہو تو از خود دل دلوں کو تقسیم کرتا ہے اور یہی تصوف وسلوک ہے۔ ساری محنت سارے مجاہدے کا حاصل یہ ہے کہ طلب الٰہی میں کھرے سے کھرا پن آتا چلا جائے شخصیت ظاہر و باطن میں نکھر جائے کوئی تکدر نہ رہے ہر خواہش اور آرزو سے بڑھ کر ایک ہی تمنا ہو کہ میرا خالق و مالک مجھ سے راضی ہو جائے جسے یہ نعمت مل گئی اس نے دونوں جہاں پالئے جو اس سے محروم رہا وہ دونوں جہان میں خسارے میں رہا خواہ دنیا میں اس کے پاس بے شمار دولت ہو اولاد و جاگیر ہو۔ اگر شیخ کی برکت سے بھی اولاد ہی ہونی ہے تو اولاد تو جانوروں کی بھی ہوتی ہے بلکہ بکری یا بھیڑ ایک ایک بچہ پیدا کرتے ہیں یا دو لیکن حرام جانور خنزیر اٹھارہ اٹھارہ بچے پیدا کرتے ہیں انکی مادائیں کونسی خانقاہ پر جاتی ہیں؟ اور پھر برکت بھی حلال جانوروں میں ہوتی ہے بھیڑ اور بکری، کے ریوڑ تو ہوتے ہیں کتوں اور خنزیروں کے ریوڑ نہیں بنائے جاتے۔ حلال اور حرام میں مادی طور پر بھی فرق سامنے آتا ہے۔ مادی ضروریات اللہ کریم بن مانگے پوری کرتے ہیں ہم نہیں تھے ہماری خواہش نہیں تھی اللہ کریم نے ہمیں پیدا کیا۔ ہمیں انسانی کمالات دیئے اپنی معرفت کا شعور ہمارے دل میں رکھا ہمیں دنیا میں رزق پہنچانا اپنے ذمے رکھا اور یہ سب کچھ بن مانگے دے رہا ہے انہیں بھی دے رہا ہے جو اسے نہیں مانتے تو پھر عابد و زاہد کو دال روٹی پر گمراہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

پالن والا سر تے حاضر کل جہاں نوں پالے

وہ ناراض بھی ہو جائے تو کسی کا کھانا پانی بند نہیں کرتا مہلت دیئے رکھتا ہے کہ کھاؤ پیئو جب میرے پاس آؤ گے تو حساب کر لیں گے کہ کھایا کس کا اور شکر کس کا ادا کیا؟ شکر کر کے بھی بندہ قیمت تو پھر بھی نہیں چکا سکتا دیکھنا صرف یہ ہے کہ کس نے کھرے دل سے یہ بات مان لی کہ وہ اللہ کا دیا کھا رہا ہے بس یہی قیمت کافی ہے اور اگر یہ بھی نہیں مانا تو پھر انصاف ہوگا۔ یہ بات تو ہر بندہ جانتا ہے کہ ایسی سوچ پر سزا ہی ملتی ہے۔ ہمارا یہ مل بیٹھنا، آنا جانا، اجتماع، جمعہ کے اجتماعات، تقریر، خطاب بیان ان تمام کوششوں کا حاصل یہ کہ اللہ کے ساتھ تعلقات میں کھرا پن آجائے اور یہ ملتا ہے برکات محمد الرسول ﷺ سے جس طرح تعلیمات نبوت سیکھنے سکھانے سے آئیں جس طرح قرآن حکیم، قرآن کی تفسیر، احادیث مبارکہ، ان کی تشریحات فقہ کے قوانین علمائے حق تقسیم کر رہے ہیں اسی طرح اہل اللہ، اہل باطن نبی کریم ﷺ کی برکات کو سینہ بہ سینہ حاصل کرتے چلے آرہے ہیں انہوں نے عمریں صرف کر کے انہیں حاصل کیا اور تقسیم کرتے رہے۔ اہل اللہ سے لینا ہے تو خلوص کا خزینہ حاصل کرو، اللہ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق دے اور خلوص کی دولت سے مالا مال کرے۔

واخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين

----☆☆☆☆☆--☆☆☆☆--☆☆----

اکرم التفاسیر سے اقتباس……

امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیرِ قرآن حکیم

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

ترجمہ وتفسیر سورۃ المائدہ آیات 36-37

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

انسان خالق کائنات کا ایک شاہکار ہے اور اس کی خلقت اپنے اندر بڑے عجائبات رکھتی ہے جن سے آگاہ ہونا شاید اس دنیا میں ممکن نہیں۔ اس کا وجود خاکی ہے مادی اجزاء سے مرتب ہے لیکن اس میں روح، امر سے پھونکی گئی ہے۔ امر صفت باری ہے اور اللہ کی ذات ازلی ابدی ہے اس کی صفات بھی ازلی ابدی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، انسان کی تخلیق میں اللہ نے فانی شئے کو لافانی کا جوڑ لگا کر انسان کو بقاء دائمی عطا کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لہ الخلق والامر (الاعراف 54) عالم خلق بھی اللہ کا ہے عالم امر بھی اسی کا ہے۔ بدن انسانی مادی ہے اور عالم خلق میں فنا ہے بدن میں روح عالم امر سے ہے اور عالم امر کو فنا نہیں۔ جب روح کو فنا نہیں تو بدن کو اس کے ساتھ مل کر بقاء مل جاتی ہے اس طرح بدن روح کا لباس ہے اور اس کیلئے سواری کی حیثیت رکھتا ہے۔ روح کو دوام ہے اور عارضی ہے اس عارضی دنیا میں کام کرنے کے لئے بدن ہے جب روح سلامت رہے گی تو اس کے کام کرنے کے لئے بدن بھی سلامت رہے گا جیسے زندہ انسان کو جب تک زندگی رہے اسباب ووسائل کی ضرورت رہتی ہے اور جب زندگی نہ رہے ان وسائل کی بھی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح روح اصل انسان ہے اور بدن اس کا آلہ ہے۔

تخلیق انسانی کے کئی مراحل ہیں، ارواح اللہ کے پاس ہیں وجود زمین میں منتشر رہتے ہیں۔ جب اللہ کریم چاہتا ہے۔ اس انسان کے اجزائے مادی جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں جب کسی کی تخلیق کا وقت آجاتا ہے مٹی میں سے کہیں اس کے لئے غذا بن کر باہر آتی ہے کہیں دوا کہیں پھل کی صورت میں کہیں غلے کی صورت میں۔ والد جب غذا کھاتا ہے تو اولاد کے حصے کی جو مٹی غذا کی صورت میں اس کے جسم میں داخل ہوتی ہے وہ اس کے صلب میں محفوظ ہو جاتی ہے۔

انسانی زندگی کے سفر کا ایک حصہ یہ ہے کہ پھر وہ اجزاء صلب پدر سے شکم مادر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ شکم مادر میں جب انسانی وجود مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ کریم اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دیتے ہیں وہ نہ تو ہمیشہ صلب پدر میں رہتا ہے نہ ہمیشہ شکم مادر میں رہتا ہے پھر وہ دنیا میں آجاتا ہے۔ دنیا میں جتنا وقت اسے اللہ نے عطا کیا ہوتا ہے اتنا مقررہ وقت یہاں گزار کر وہ برزخ چلا جاتا ہے۔ دنیا سے جانے والوں کے لئے برزخ ایک انتظار گاہ ہے جہاں سب میدان حشر کا انتظار کرتے ہیں جب قیامت قائم ہو گی تب تک سارے انسان وہاں پہنچ چکے ہوں گے عرصے کے اعتبار سے یا قیام کی مدت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو برزخ اور میدان حشر طویل عرصہ ہیں اور ان کی نسبت دنیا میں گزارا جانے والا عرصہ مختصر ہے۔ انسانی سفر میں اس کی زندگی کا وہ حصہ جو وہ دنیا میں بسر کرتا ہے وہ چھوٹا بھی ہے اور امتحانوں سے پر بھی ہے اس میں اس کی ایک ہی آزمائش ہے زندگی کے ہر امتحان میں ایک جانچ اور پرکھ ہے کہ اس کا انتخاب کیا ہے؟ کیا وہ اللہ کی رضا کا طالب ہے یا اس کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ دنیا میں رہتے بستے ہوئے دونوں میں سے ایک راستہ منتخب کرنا ہی پڑتا ہے جس راستے کا انتخاب

کرتا ہے اس کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

دنیا مادی ہے دنیا میں رہنے کے لئے مادی تقاضے ہیں جو مادی طریقوں سے پورے ہوتے ہیں دنیا میں رہنے بسنے کے لئے مادی عقل دی گئی ہے حواس دیئے گئے ہیں۔ دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سامنے ہے۔ قریبی شے کو دنیا کہتے ہیں چونکہ دنیا قریب سے اور آخرت اوجھل تو اوجھل کو قریب سمجھنے کے لئے انبیاء کی رسالت کی ضرورت ہے۔ دنیا کی لذتیں ہمیں اس لئے محسوس ہوتی ہیں کہ دنیا ہمارے سامنے ہے اسے ہم خود دیکھتے ہیں ان دونوں کو براہ راست چکھتے ہیں آخرت کو ہم نے دیکھا نہیں وہ ہم سے دور ہے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ آخرت کو ماننے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ پر اعتبار، اعتماد اور یقین چاہیے۔ جتنا زیادہ اعتماد نصیب ہوتا چلا جاتا ہے اتنا آخرت قریب محسوس ہوتی ہے آخرت ایک حقیقت بن کر سامنے رہتی ہے لیکن جب انسان بھٹکتا ہے تو دنیاوی لذات پر فریفتہ ہو کر رہ جاتا ہے اور دنیاوی لذات کو حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے پھر انسان ہر صورت مال جمع کرنے میں محو ہو جاتا ہے نہ اسے آخرت یاد رہتی ہے نہ یادالٰہی رہتی ہے نہ حلال حرام کی تمیز ہوتی ہے نہ اس کا احساس۔ ہر حال میں بس یہی ایک دھن سوار رہتی ہے کہ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ مال ہو جس سے وہ زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کر سکے۔ ایسے لوگوں کے بارے ارشاد ہو رہا ہے کہ جس نے کفر کا راستہ چن لیا ایمان کا راستہ نہ چنا جس نے تعلیمات نبوت کا انکار کر دیا اور صرف مال جمع کرنے میں عمر ضائع کر دی تو اس کے مال و دولت کا انجام کیا ہوگا۔

ان الذین کفروا لوان لھم مافی الارض جمیعاً و مثلہ معہ لیفتدو بہ من عذاب یوم القیمۃ ماتقبل منھم ولھم عذاب الیم O

اللہ کریم ارشاد فرما رہے ہیں کہ انسان کی جان پر جب کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ جان بچانے کے لئے جتنا مال بھی خرچ ہوتا ہے ہو جائے لیکن جان بچ جائے لیکن ایسا شخص جس نے ایمان کا راستہ چھوڑ کر کفر کا راستہ اختیار کیا وہ اگر چاہے کہ مال دے کر جان بچا سکے تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی کسی کو مل جائے جو کہ محال ہے اور اس کے علاوہ بھی روئے زمین کا سارا سرمایہ اکٹھا ہو کر کسی ایک آدمی کے پاس آ جائے جو کہ محال ہے اور وہ اس سرمائے کو دے کر کفر کی مصیبت سے اپنی جان چھڑانا چاہے تو اللہ کریم اسے قبول نہیں فرمائیں گے کہ میدان حشر میں مال و دولت کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ اس کا کوئی فائدہ وہاں صرف یقین آخرت، ایمان بالغیب اور اطاعت الٰہی واتباع رسول اللہ ﷺ کی دولت کام آئے گی

ولھم عذاب الیم O

کفر پر مرنے والوں کو بہت دردناک عذاب ہوگا۔ حق یہ ہے کہ دنیا میں میں بیٹھ کر آخرت کی نعمتوں اور آخرت کے عذابوں کو سمجھنا مشکل ہے ہم چاہئیں بھی تو نہیں سمجھ سکتے سوائے اس کے کہ اللہ کریم اپنے فضل سے نبی کریم ﷺ سے ایسا تعلق عطا فرمادیں کہ اللہ ﷺ کے ارشادات پر ایسا یقین نصیب ہو کہ اُخروی حقائق حقیقت بن کر محسوس ہوں۔

ہمارے ایک ہیڈ ماسٹر صاحب نے لڑکپن میں ہمیں جنت کی نعمتوں کے بارے ایک لیکچر دیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ کریم نے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں انہیں ہم دنیا میں سمجھنا چاہیں تو جان نہیں سکتے جس طرح ہم کسی ایسے شخص کو ریل گاڑی اور اس کے سفر اس کی برق رفتاری، اس کے بارے نہیں بتا سکتے جس نے کبھی پہیہ کا زمانہ نہ پایا جو پہیے کی ایجاد سے پہلے زمانے کا شخص ہو اسے جتنی بھی معلومات ریل گاڑی کی دی جائیں گی وہ اس کے لئے بے معنی ہوں گی کیونکہ وہ انہیں سمجھ ہی نہیں سکے گا اسی طرح ہم آخرت کے عذابوں اور اسکی تکالیف کو نہیں جان سکتے ہم جتنا چاہئیں سوچ لیں ہم یہاں بیٹھ کر نہیں

سمجھ سکتے نہ اس کی شدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں وہ اللہ کریم کی ناراضگی کا مظہر ہیں اللہ پناہ دے لیکن سمجھ نہیں آتی سمجھ صرف حضور ﷺ پر اعتماد کرنے سے آتی ہے اوران عذابوں سے بچنے کی توفیق بھی عطا ہوتی ہے شریعت اللہ کا حکم ہے اور حق ہے حضور ﷺ نے جو فرمایا اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں قرآن حکیم نے جنت کی نعمتوں کے فروں تر ہونے کے بارے ارشاد فرمایا یہ حق ہے اور کفر پر عذاب الیم کی وعید سنائی یہ بھی حق ہے ان حقائق کو موجودہ سائنس نے اس طرح واضح کیا ہے کہ ہر انسانی وجود مختلف چھوٹے چھوٹے ذرات کا مجموعہ ہے سرتا پاؤں سب زرات جمع کیے جائیں تو اڑھائی کھرب سیل بنتے ہیں۔ان کا ایک اپنا جہان ہے کتنے سیل مر جاتے ہیں اور نئے پیدا ہو جاتے ہیں ہر چھ ماہ میں وجود میں تمام نئے سیل ہوتے ہیں اور تمام پرانے جھڑ چکے ہوتے ہیں اس حساب کتاب سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جب اللہ کریم کی نافرمانی کر کے ایمان چھوڑ کر کوئی شخص کفر اختیار کر لیتا ہے تو دنیا میں جتنا عرصہ وہ رہتا ہے اتنے عرصے کے تمام زرات اکھٹے ہو کر اس کی آخرت میں اس کے عذاب میں شریک ہوں گے۔اگر اسے عذاب کی تکلیف ہوگی تو ہر سیل کا درد الگ ہوگا اگر اسے کفر کے انتخاب پر آگ کا عذاب ہوگا تو ہر سیل کو اس کے گناہ کے برابر جلایا جائے گا یوں سمجھنے کے لئے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کھربوں قسم کا درد آگ کے ایک ایک بگولے میں ہوگا۔ یہ تکلیف کتنی شدید ہوگی اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جبکہ قیامت کو یہ حقیقت بن کر سامنے نظر آنے لگ جائے گا۔

اس آیت میں اللہ کریم یہی بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور کفر پر ہی مر گئے انہوں نے عذاب الٰہی کی پرواہ نہیں کی اور دنیا میں صرف مال جمع کرنے پر ہی لگے رہے وہ جب حشر میں ہوں گے اور عذاب الیم کی صورت دیکھیں گے تو وہ چاہیں گے کہ سارا مال و دولت دے کر اس عذاب سے بچ جائیں تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہوگا۔اس بات کو اللہ کریم یوں سمجھا رہے ہیں کہ اگر کسی کے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی جمع ہو جائے اور وہ ساری دولت دے کر جان بچانا چاہے تو اللہ کریم فرمائے ہیں کہ وہ اس وقت قبول نہیں فرمائیں گے کہ مال ہو یا دولت یہ تو اللہ کی ملکیت ہے اس نے دنیا میں استعمال کے لئے دی تھی اس کے حصول کا طریقہ بتایا تھا استعمال کا سلیقہ سکھایا تھا لیکن انسان نے اتباع رسالت کا دامن نہ پکڑا اللہ کے مال کو ناجائز زرائع سے حاصل کیا ناجائز طریقوں سے خرچ کیا اب اس کا نتیجہ بھی انہیں خود ہی بھگتنا ہے۔

اسی طرح جنہیں نجات نصیب ہوگی ان کے بھی سارے سیل وجود کا حصہ بنیں گے۔ ہر نعمت جو جنتی کو نصیب ہوگی اس میں ہر سیل تک وہ راحت پہنچے گی اس لئے کہ جسم کے وہ زرات نیکی کرتے وقت اس کے جسم کا حصہ تھے یوں ایک ایک لقمے میں ہزاروں لذتیں نصیب ہوں گی جو دنیا میں یہاں شمار نہیں کی جاسکتیں۔

اس دنیا میں بس یہی آزمائش ہے کہ انسان اپنے لئے کون سا راستہ چنتا ہے اس آیت سے پہلے تاکید کی گئی ہے۔

وابتغوا الیہ الوسیلہ. اللہ کی رضا، اللہ کے قرب اور اس کی محبت کے لئے وسیلہ تلاش کرو یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اگر اس راستے سے ہٹ گئے اور کفر پر مر گئے تو پھر خواہ ساری زندگی مال جمع کرنے پر لگادی ہو ملے گا اتنا ہی مال جتنا مقدر میں تھا ساری دنیا پھر بھی نہیں ملے گی۔اور بالفرض کسی کے پاس ساری دنیا بھی آجائے تو وہ اس کو اللہ کی گرفت سے اور اس کے عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔

ولھم عذاب الیمO

ان کے لئے بڑا سخت عذاب بپا ہوگا۔عذاب تو خود عذاب ہے ویسے ہی سخت تکلیف وہ چیز ہے اس پر اللہ کریم "الیم " کا اضافہ کر دیں تو کیا کیفیت ہوگی؟ اللہ پناہ دے۔**یریدون ان یخرجوا من النار** وہ تو چاہئیں گے کہ اس آگ سے جہنم کی آگ سے کسی طرح نکل

جائیں وماھم بخرجین منھا ۔ لیکن اس آگ سے نکل نہ سکیں گے اس آگ سے نکلنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔

ولھم عذاب مقیمO

یہ عذاب ان پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ چونکہ انسان کو ابدآلاباد کی زندگی جینا ہے خواہ کفر کے نتیجے میں جہنم میں پہنچے یا ایمان و عمل صالح کے نتیجے میں اللہ کی رحمت پاکر جنت میں داخل ہو وہ ہمیشہ رہے گا انسان کو ختم نہیں ہونا، اسی طرح عذاب مقیم سے بھی یہی مراد ہے کہ نہ انسان کو موت آئے گی نہ اس کا عذاب ختم ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس پر رہے گا۔ دنیا میں انسان کے لئے دونوں راستے کھلے ہیں دعوت الی اللہ مل رہی ہے نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ موجود ہیں کتاب الٰہی اور اس کی تفسیر سنت رسول ﷺ موجود ہے۔

آج ہم اپنے سارے اسلامی علوم رکھتے ہوئے عبادات و نیکی کے کام کرنے کے باوجود کیوں بحیثیت مسلمان قوم تباہی کا شکار ہیں؟ کیوں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ جب اللہ کریم کسی سے ناراض ہو تو اس پر یہ عذاب آتا ہے کہ وہ قوم فرقوں اور گروہوں میں طبقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ہر گروہ دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے یہ اجتماعی عذاب ہے جو قوم پر آچکا ہے ملک میں حالات یہ ہیں کہ بلوچستان میں سو سے زیادہ تحریکیں چل رہی ہیں جو متشدد بھی ہیں جو مسلح ہیں اور اسلحہ استعمال بھی کر رہی ہیں یہ ساری علیحدگی پسند تحریکیں ہیں یہ چاہتی ہیں کہ انہیں ایک ٹکڑا زمین دے دیا جائے اور یہ علیحدہ ملک بنائیں۔ لیکن وہ جنہیں کبھی طالبان کبھی عسکریت پسند اور کبھی دہشتگرد کہا جاتا ہے کیا انہوں نے کسی علیحدہ ملک کا مطالبہ کیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر لڑائی کس بات پر ہے؟ ہمارے سیاستدان کہتے ہیں کہ وہ اپنے خود ساختہ اسلام کو پورے ملک پر نافذ کرنا چاہتے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ نظام ریاست، نظام سلطنت نظام حکومت کو اسلامی کیا جائے۔

ہم یہ مان لیتے ہیں کہ انہوں نے تشدد کا راستہ اپنا کر اسے اسلام قرار دے دیا ہے۔ اور یہ غلط ہے وہ غلطی کر رہے ہیں اور یہ ان کی بہت بڑی زیادتی ہے کہ اگر وہ اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں تو اس کے لئے بندوق اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کوئی کافر ملک نہیں ہے اس کے سامنے بھی مسلمان ہیں ان سے دلیل سے بات کریں گولی چلانے اور بم پھینکنے کی قطعاً ضرورت نہیں اور ان کا یہ عمل سراسر زیادتی ہے۔ لیکن ہمارے سیاست دان دینی جماعتیں خود کیوں اسلام نافذ نہیں کر رہے۔ طالبان کو تو چھوڑو کہ ان کا طریقہ درست نہیں جس اسلام کو طالبان لانا چاہتے ہیں اسے بھی رہنے دو لیکن جو صحیح اسلام ہے اسے تو نافذ کر دو جس اسلام کے لئے پاکستان بنا تھا اس اسلام کو نافذ کرنا تو حکومت کی اولین ذمہ داری ہے حکومت خود اس کو نافذ کر دے۔ ملک میں چوٹی کے علماء موجود ہیں حکمران اور علماء مل کر اسلام نافذ کر دیں لیکن بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں کو حکمرانوں کو اور مقتدر طبقے کو نفاذ اسلام قبول نہیں وہ اسلام نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ پھر پاکستان کیوں بنا؟ اگر اسلام نافذ نہیں ہونا تھا تو پھر جب انگریز برصغیر سے جا رہے تھے تو متحدہ ہندوستان بن جاتا جو نظام سلطنت انگریز نے دیا تھا حکمران اس کے مطابق اسے چلاتے رہتے پھر پاکستان کیوں بنایا گیا؟ پاکستان اس لئے بنایا گیا کہ پاکستان پر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی حکمرانی ہو اور انگریز کا غلامانہ نظام ختم ہو۔ پاکستان پر اسلام کا نظام قائم ہو جہاں ہر ایک کو ملک کا شہری ہونے کے ناتے ساری حقوق حاصل ہوں۔ ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق ملے اس کے بچوں کو تعلیم ملے علاج معالجہ کی سہولتیں ملیں تعلیم اور روزگار کے مواقع ملیں۔ اسلام کا نظام عدل ہو جس میں فوری سستا اور حقیقی انصاف ملے آج پاکستان کو بنے اکسٹھ برس ہو گئے کیا یہ ظلم نہیں کہ وہی انگریزی نظام ہم پر مسلط ہے جو انگریزوں نے غلام رعایا کے لئے بنایا تھا اس غلامانہ نظام کا ایک مقصد تھا وہ یہ کہ ساری مشقت غلام

رعایا کرے اور ساری مراعات حکمران طبقہ کو ملیں۔ اسے نو آبادیاتی نظام کہتے تھے تمام محنت عوام کرتے اور اس کا ثمر تاج برطانیہ کو ملتا۔ جب انگریز ملک چھوڑنے لگے تو متحدہ ہندوستان سے پاکستان اس لئے علیحدہ ہوا کہ ہندوؤں کا تو کوئی مذہبی تشخص نہیں پوجا پاٹ ہی ان کا مذہب ہے ان کا نظام زندگی کسی مذہب اور اصول پر مبنی نہیں وہ انگریز کے نظام سلطنت میں رہ سکتے ہیں لیکن مسلمان تو امت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں مسلمانوں کا اپنا ضابطہ حیات ہے مسلمان قرآن سنت کے مطابق ریاست چلائیں گے۔ سب شہری عزت و آرام سے رہیں گے ہر غیر مسلم کو اس کے انسانی حقوق ملیں گے لیکن ہوا کیا؟ انگریز کے جانے کے بعد جو طبقہ برسر اقتدار آیا وہ آج تک اقتدار کے مزے لے رہا ہے چالیس پچاس ایسے خاندان ہیں جو ہمیشہ برسر اقتدار رہتے ہیں ان کے مرد نہ ہوں تو عورتیں حکمرانی کرتی ہیں اور عورتیں نہ ہوں تو اولاد حکومت کرتی ہے ساری سیاسی جماعتوں میں بھی انہی کی نسلیں سربراہی کرتی ہیں باقی پوری قوم غلامانہ زندگی بسر کرتی ہے۔

کیا ان اکسٹھ برسوں میں ہم نے کوئی نظام تبدیل کیا؟ ہم نے نظام تعلیم کی اصلاح کی یا نظام معیشت کی اصلاح کی؟ ہاں 1973ء کا دستور بنا سیاستدانوں اور علماء نے کاوش کی اور تحریری مسودہ آئین کی شکل میں تیار کر دیا گیا جس میں بنیادی بات یہ تھی کہ موجودہ نظام میں سے غیر اسلامی امور کو ختم کیا جائے اور قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جائے اور آئندہ ملک میں کوئی اسمبلی ایسا کوئی قانون نہیں بنائے گی جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو۔ یہ جملہ دستور میں آج بھی موجود ہے۔ لیکن عملاً کیا ہوا؟ شریعت اسلامیہ کہاں نافذ ہوئی کون سے امور شریعت کے مطابق چلائے گئے؟ ہاں دستور میں تبدیلیاں ہوتی رہیں دستور آج تک بدلتے رہے اس نظام کو کسی نے نہیں بدلا جس میں محنت تو ہر شہری کو کرنی ہے اور ان کی محنت کا سارا پھل حکمرانوں اور مقتدر طبقے کو جانا ہے۔ اگر طالبان کا عسکریت پسندوں کا مطالبہ واقعی اسلام نافذ کرنے کا ہے تو اس کیلئے انہیں قتل عام کی بم دھماکوں کی ضرورت نہیں اس کے لئے پر امن جدوجہد کا راستہ اپنانے کی ضرورت ہے اور اگر وہ پر امن جدوجہد کرتے تو ان کی اس جدوجہد میں پورا ملک ان کا ساتھ دیتا۔ یہ کوئی اسلام نہیں کہ بے گناہ لوگوں کو معصوم شہریوں کو حکومت کے ملازمین کو خواہ وہ فوجی ہوں یا پولیس کے انہیں قتل کیا جائے اور مطالبہ نفاذ اسلام کا ہو۔ یہ نفاذ اسلام نہیں فساد ہے ظلم ہے زیادتی ہے جو ایسا کر رہے ہیں زیادتی کر رہے ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں وہ تو ظالم ہیں لیکن حکومت کیوں اس کا حل نہیں سوچتی اہل اقتدار کو دینی سیاسی جماعتوں کو یہ کیوں سمجھ نہیں آتی کہ ان کے نزدیک جو اسلام ہے اسے وہ خود ملک پر نافذ کر دیں جب اسلامی نظام حکومت نظام عدل ملک میں نافذ ہو جائے گا تو بدامنی خود بخود ختم ہو جائیگی لیکن اہل اقتدار اسلام نہیں چاہتے ہماری حکومت کی نمائندہ خواتین نیم برہنہ معززین ٹی وی مذاکرے میں گفتگو فرما رہی تھیں کہ طالبان نے انہیں کیا سمجھ رکھا ہے؟ کیا وہ مسلمان خواتین نہیں ہیں کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتیں؟۔ بات یہ ہے کہ آج کی تہذیب یہی ہے کہ جتنا جتنا کوئی بے لباس ہوتا جائے اتنا ہی وہ معزز ہوتا جاتا ہے چونکہ موجودہ نمائندگان حکومت معزز ترین ہیں لہذا پائنچے بھی اوپر اٹھتے جا رہے ہیں اور بازو بھی چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں اور دوپٹہ نہ ہونا تو معزز، مہذب اور شریف ہونے کی خاص علامت ہے اور پھر انہیں مسلمانی کا دعویٰ ہے تو اسے کافر کہنے کا بھی کسی کو کوئی حق نہیں لیکن جو کچھ یہ نمائندگان حکومت عوام کے ساتھ کر رہے ہیں کیا اس کا ان کے پاس شرعی، اخلاقی یا ظاہری بھی کوئی جواز ہے؟

یہ کون سی جمہوریت ہے جس میں سالوں سے اقتدار انہی چند خاندانوں اور ان کی نسلوں میں گھوم رہا ہے یہ جواء ہے کہ جس کا جوئے کا اڈا ہو وہی ہمیشہ جیتتا ہے اور جو جواء کھیلنے آتا ہے وہ ہمیشہ رقم ہار کر

چلا جاتا ہے یہاں ایسی جمہوریت ہے کہ وہی چالیس خاندان ہر سال حکمران بن جاتے ہیں جنہیں لوگ چند سال پہلے چور چور کے نعرے لگا کر بھگا دیتے ہیں پھر وہی چند سال بعد پاک صاف ہو کر نعروں کی گونج میں حکمرانی کی مسند پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ مولانا سے سیاستدان تک سب کو یہی جمہوریت عزیز ہے جس میں عوام پانی کے بغیر، بجلی کے بغیر رہتے اور حکومت کے خزانے میں بل جمع کراتے رہیں پھر ان کا پرسان حال بھی کوئی نہ ہو اور ایک ایک وزیر کے ساتھ دس دس حفاظتی گاڑیاں سفر کرتی رہیں ان کے لئے ٹریفک روک دی جائے۔ خواہ ایمولینس میں مریض کی جان خطرے میں رہے لوگوں کو میلوں دور سے جا کر واپس اپنے گھروں تک آنے کے لئے مجبور کیا جائے تاکہ حکمرانوں کے لئے سڑکیں کھلی رہ سکیں۔ یہ حکمران کون سی قیمتی مخلوق ہے جو آسمانوں سے اتر آئی ہے جنہیں اپنی حفاظت کی فکر ہے ان کا کام تو عوام کی حفاظت کرنا تھا۔ یہ ہے جمہوریت جو عوام کو دی گئی ہے کیا اس کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا؟

بلاشک عسکریت پسند اور دہشت گرد غلطی کر رہے ہیں ہم ان کی مذمت کرتے ہیں لیکن اسلام نافذ نہ کر کے اور عوام کو ظلم کی چکی میں پیسنے کا جو جرم حکمران طبقہ کر رہا ہے ہمیں اس کی بھی تائید نہیں کرنی چاہیے۔ کم از کم اب تو ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ انگریز نے جو ظالمانہ نظام نافذ کیا تھا وہ اس کی پوری قوت کے باوجود زیادہ دیر چل نہ سکا لوگوں نے بغاوت کر دی اور انہیں ملک چھوڑنا پڑا۔ برسر اقتدار چالیس خاندانوں نے بھی اکسٹھ برس یہ نظام چلا لیا یہ ان کی بڑی کامیابی ہے ان کی دو نسلیں عیش کر گئیں اب رک جائیں بس کر دیں۔

فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا عذاب الٰہی ہے۔ اپنی بنیاد پر واپس آئے بغیر امن محال ہے۔ ہماری ملت کی بنیاد اسلام ہے۔ گزشتہ پر نظر ڈال کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان کیوں جدا ہوا؟ دانشور سیاستدان بہت کچھ کہتے ہیں کبھی کسی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کبھی کسی کو لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہمارے اکٹھا ہونے کی بنیاد اسلام تھی باوجود مختلف زبان، مختلف رہن سہن مختلف موسم مختلف حالات کے ہم اکٹھے ہوئے تھے جس قوت نے ہمیں اکٹھا کیا تھا وہ اسلام تھا جب نظام کو اسلامی نہیں کیا گیا تو انہیں اکٹھا رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ انہیں کا فرانہ نظام کے تحت ہی رہنا تھا انگریز کے تیار کردہ غلامانہ نظام کو ہی جاری رکھنا تھا تو پھر انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنی حکومت ایک ہزار میل کی دوری پر کسی کو سونپتے؟

انہیں علیحدہ ہونا تھا سو وہ الگ ہو گئے۔ یہ بات کوئی سیاستدان حکمران یا دینی سیاسی جماعتوں کے سربراہان بھی نہیں کہتے کوئی اسلام اور اسلامی نظام کا نام نہیں لیتا دینی مدارس کے سربراہ بھی نہیں لیتے ہر کوئی عیش کر رہا ہے اسلام کے لئے گنجائش کسی کے پاس نہیں۔

عوام کو محنت کرنا ہے لیکن محنت کی کمائی پر جبراً ٹیکس لیا جاتا ہے اور پھر حکمرانوں کی عیاشیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ انگریزوں نے برصغیر پر ظلماً جبراً قبضہ کیا عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کی اس لئے کہ ہم اس وقت غلام تھے ہمارے آج کے حکمرانوں نے ملک فتح تو نہیں کیا لیکن اسی فیصد ایسے ٹیکس ہم پر لاگو ہیں جو نظر نہیں آتے۔ کفن کے کپڑے پر بھی ستر قسم کے ٹیکس ہیں۔ آبیانہ کی مد میں ٹیکس ہے تیل پر ٹیکس ہے ٹریکٹر، کھاد، روٹی، سوت پر ٹیکس ہے کپڑا رنگنے پر، کپڑا مارکیٹ میں لانے پر پرچون کی دکان پر پرچون اشیاء پر ٹیکس ہے اشیائے ضرورت میں بالفرض کوئی شے پانچ روپے کی ہے تو اس پر پندرہ روپے ٹیکس ہے۔ یہ ہے وہ جمہوریت جس میں عوام پستی ہے اور حکمران، سیاستدان، دینی سیاسی جماعتوں کے سربراہان سب عیش کرتے ہیں اور جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں۔

قرآن حکیم کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ صرف یہی دنیا نہیں ہے جہاں لوگوں کو غلام بنا کر لوگ عیش کر لیں گے بلکہ اس سے آگے بھی ایک دنیا ہے جو حقیقی ہے دائمی ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ جہاں جا کر

اس دنیا میں کیے گئے فیصلوں کا اور کاموں کا انجام بھگتنا ہے۔ جہاں ہر ایک کو اپنا اپنا حساب دینا ہے۔ جس کے پاس حکومت ہے اسے ان کروڑوں لوگوں کے حقوق غصب کرنے کا حساب بھی دینا ہے۔

موجودہ دہشتگردی میری ذاتی رائے میں عذاب الٰہی ہے عذاب الٰہی تیروں توپوں اور بندوقوں سے نہیں ٹلا کرتا عذاب توبہ کرنے سے ٹلا کرتا ہے حکمرانوں کو علماء کو مشائخ اور پیروں کو اور عوام الناس کو سب کو چاہیے کہ اللہ کریم سے توبہ کریں معافی چاہیں جو گزر گیا اس پر نادم ہوں آئندہ کے لئے تمام بنی نوع انسان کو انسانی حقوق دیں اپنے ذاتی معاملات میں ملکی معاملات میں انصاف لائیں جب ہر فرد کو اس کا حق دلانے کی پوری کوشش کی جائے گی تو اللہ عذاب ہٹا دے گا وہ بڑا کریم ہے جہاں کوئی ارادہ کرلے کوشش شروع کردے اللہ کریم اصلاح کی توفیق عطا کردیتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں مومن کو تو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ صرف مال جمع کرتا رہے اور اللہ کی اطاعت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے یہ تو کافر کا خاصہ ہے کہ اسے آخرت کا یقین نہیں اسے اللہ رسول ﷺ پر ایمان نہیں اور وہ ہر صورت مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے لیکن جس کو آخرت کا یقین نہیں اسے کا انجام یہ ہوگا کہ جب آخرت کا عذاب سامنے ہوگا تو وہ چاہے گا کہ دنیا بھر کا مال دگنا ہوتا اور اس کے پاس ہوتا تاکہ وہ دے کر جان چھڑاتا لیکن وہ اس وقت اپنی جان عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا۔ اس عذاب سے نجات کا طریقہ دنیا میں دعا کرنا ہے دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بندہ توبہ کر کے اپنی اصلاح میں لگ جائے۔ دوسرا صحیح نہیں ہے تو ہم اپنے آپ کو صحیح کرلیں کیا پتہ اللہ کس کی توبہ قبول کرلے اور قوم پر رحم فرمائے۔

---☆☆☆☆---☆☆☆☆---☆☆☆☆---

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک ظفر کی والدہ انتقال کرگئی ہیں۔

☆......کراچی کے ساتھی بشیر احمد کے والد وفات پا گئے ہیں

☆......ماسٹر صادق فضل (گوجرانوالہ) کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......صوبیدار میاں محمد زبیر (چکوال) کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......ہیڈ ماسٹر محمد امین (برنالہ آزاد کشمیر) وفات پا گئے ہیں۔

☆......میجر محمد اسحاق ضلع پونچھ آزاد کشمیر کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆......ملک عبدالحفیظ (جڑانوالہ) کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

☆......نعیم رضا (گاؤں محمودہ راولپنڈی) کی اہلیہ وفات پا گئی ہے۔

☆......ڈاکٹر عبدالقیوم (ڈسکہ) کے والد وفات پا گئے ہیں

☆......حاجی بشیر جالندھری (ڈسکہ) کی اہلیہ وفات پا گئی ہے۔

☆......محمد بشیر (ڈسکہ) کی ہمشیرہ وفات پا گئی ہے۔

☆......سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی کرنل عبدالقیوم (لاہور) کی اہلیہ اور صدر الاخوان لاہور راشد قیوم کی والدہ وفات پا گئی ہے۔

☆......محمد ادریس (کراچی) کی اہلیہ وفات پا گئی ہے

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

دنیا کا امن اعتدال میں ہے۔

جس طرح وجود کی زندگی اعتدال پر ہی قائم رہتی ہے، کوئی خلیہ یا کوئی چیز بڑھ جائے یا کوئی چیز کم ہو جائے تو بدن بیمار ہو جاتا ہے۔ انسان وجود کی حیات اور صحت وسلامتی اعتدال پر ہے کہ ہر چیز اپنی اپنی حد میں رہے، اس طرح قوموں کی زندگی بھی اعتدال پر منحصر ہے۔ اسی طرح نوع انسانی کی زندگی کا انحصار بھی اعتدال پر ہے، جہاں بھی زیادتی یا کمی ہوگی، معاشرے میں استحصال ہوگا۔ کچھ لوگ غریب سے غریب تر اور کچھ لوگ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جائیں گے تو یہ غیر معتدل معاشرہ ہوگا۔ جس کا نتیجہ فساد ہوگا۔

اقتباس از "اکرم التفاسیر" جلد دوم

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-2667571-41

دین میں علم کی اہمیت

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، 12-09-08

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمِo

یہ رمضان المبارک کی خصوصیت ہے کہ طلوع رمضان کے ساتھ ہی تمام شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں اور شوال کا چاند طلوع ہونے تک انہیں حرکت کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی لیکن یاد رہے کہ رمضان میں جو شیطان قید کیے جاتے ہیں وہ ابلیس اور اسکی اولاد ہوتی ہے۔ اور ابلیس کے وہ پیروکار جو جنوں اور انسانوں میں سے ہیں جنہیں قرآن کریم نے شیاطین الجن والانس کہا ہے وہ کھلے رہتے ہیں یعنی جتنی برائی رمضان کریم میں نظر آتی ہے اور خلاف دین امور جو اس کثرت سے سرزد ہو رہے ہیں یہ ان انسانوں اور جنوں کی کارستانی ہے جو شیطان کی پیروی کرتے کرتے شیطان بن چکے ہیں۔

جہاں تک جنات اور انسان کی آبادی کا تعلق ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر زمین پر انسانوں کی آبادی ایک حصہ ہے تو جنات کی آبادی نو گنا ہے یعنی اگر ایک سو انسان ہیں تو نو سو جنات ہیں اور جنوں اور انسانوں کی کل آبادی سے نو گنا آبادی شیاطین کی ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے مفہوم کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر چھ کھرب انسان ہیں تو چون کھرب جن ہوں گے پھر اس کو نو سے ضرب دیں تو اتنی آبادی ابلیس کی اولاد کی ہوگی اس کا مطلب ہے جہاں ایک انسان ہے وہاں نو کے قریب جنات ہیں اور 90 یا سو کے قریب شیاطین ہیں تو ایسے ماحول میں انسان کا حق پر رہنا کیسے ممکن ہے۔

اسی بات کا شکوہ شاعر نے کیا تھا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کہ اے اللہ گہرے سمندر کی اُمڈتی موجوں کے درمیان تو نے مجھے ایک تختے پر باندھ کر ڈال دیا ہے اور پھر بے بس کر کے مجھے حکم بھی دے رہا ہے کہ کہ دامن مت بھیگنے دینا تو یہ کیسے ممکن ہے؟ یہی سوال آج ہر ایک کے ذہن میں کلبلا رہا ہے ہر نوجوان یہ سوچتا ہے اور جن میں کچھ قوت اظہار ہے وہ یہ کہتے بھی ہیں اس دور میں، اس ماحول میں، ان حالات میں بھلا نیکی پر کوئی کیسے قائم رہے؟

اس بات کا جواب یہ ہے کہ دین علم کا نام ہے جاننے اور سمجھنے کا نام ہے اور علم پر عمل کرنے کا نام ہے اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ دین کفر کے خلاف ہے۔ دین معرفت الٰہی کے حصول کا نام ہے دین جاننے کا نام ہے اس لیے یہ عظمت الٰہی سے نا آشنائی کے خلاف ہے یہ جہالت کے خلاف ہے نہ جاننے کے خلاف ہے صداقت پیغمبر ﷺ سے نا آشنائی کے خلاف ہے۔ کفر و شرک جہالت کا نتیجہ ہیں کفر و شرک جہالت کے پودے کا پھل ہیں اگر بندہ پھل گراتا رہے تو چونکہ درخت سلامت ہے لہٰذا اس پر پھل آجائے گا۔ اسلام جہالت کے درخت کی جڑ کاٹ دیتا ہے جس پر کفر و شرک کا پھل لگتا ہے۔ جہالت کی ضد معرفت ہے۔ نہ جاننے کے مقابل جاننا علم ہے۔ اور اسلام بنیادی طور پر علم کا نام ہے۔ علم کی تعریف بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کسی بات کو جان لینا یا بہت سی باتوں کو جان لینا علم نہیں ہوتا وہ محض خبر ہوتا ہے اطلاع ہوتی ہے معلومات ہوتی ہے۔ معلومات اس وقت علم کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ جب وہ انسان کا حال بن جائیں۔ جو کچھ انسان جانتا

ہے وہ اس کے عمل میں اس طرح آجائے کہ کردار وشخصیت کا حصہ بن جائے تب وہ جاننا علم کہلاتا ہے اسی لیے دین بنیادی طور پر علم وعمل کا نام ہے۔اس کی اہمیت آپ ﷺ کے اس ارشاد پاک سے ثابت ہوتی ہے

طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلماة او كماقال رسول الله ﷺ علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مرد وعورت میں فرق ان کے فرائض کی نسبت سے ان کی ساخت میں تخلیقی طور پر رکھا گیا ہے لیکن احتساب میں دونوں اللہ کی بارگاہ میں برابر ہیں،عورت ومرد کے لئے ایک ہی میدان حشر ہے اور دونوں کیلیے ایک ہی جنت ہے اور بداعمالی کے سبب ایک ہی ٹھکانہ ہے یعنی جہنم ، عذاب وثواب دونوں پر ایک سا ہے۔

علم کو حضور ﷺ نے وہ اہمیت دی ہے کہ فرمایا۔

اطلب العلم ولو كان بصين ۔یعنی علم اگر چین میں ملے تو چین تک جاؤ اور علم حاصل کرو۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ذرائع ووسائل نقل وحرکت کے اعتبار سے چین اور عرب شریف میں بہت دور کا سفر تھا پھر بھی آپ ﷺ کی بھی وہ جامع تعریف فرمائی جس نے تا ابد علم کا حدود اربعہ مقرر فرما دیا آپ ﷺ نے فرمایا۔

العلم علمان علم الاديان وعلم الابدان او كما قال رسول الله ﷺ . علم مکمل ہوتا ہے اور العلم تب کہلاتا ہے جب اس کے دونوں حصوں کا احاطہ کیا جائے ایک حصہ عقائد واخلاقیات کا علم ہے۔ایمان کی مضبوطی اور کردار کی تعمیر کا نام ہے جو ایک مستقل کام ہے۔اور دوسرا حصہ علم الابدان ہے یعنی مادی چیزوں کا علم مادی دنیا کی اشیاء کے بارے میں معلومات ان پر تحقیق سائنسی مشاہدات اور دنیاوی علوم کے تمام شعبوں میں ریسرچ جب ان دونوں حصوں پر کام کیا جائے تو یہ مکمل علم بن جاتا ہے اور مکمل علم ہی مرد وعورت پر فرض ہے۔ جتنا علم اس کی ضرورت ہے اور جتنا مکمل ہے اتنا حاصل کرنا فرض ہے۔

ایک کی اہمیت کا اندازہ معرکہ بدر سے لگایا جاسکتا ہے ۔ جب حضور ﷺ نے وہ حقیقی انقلاب برپا کیا جس نے تمام انسانیت کو متاثر کیا،معرکہ بدر اس حقیقی انقلاب کی بنیادی اینٹ ہے۔معرکہ بدر میں قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ مقرر کیا گیا اور بہت سے قیدی فدیہ لیکر آزاد کردیے گئے کچھ باقی رہ گئے جن میں نہ تو فدیہ ادا کرنے کی سکت تھی نہ ان کے لیے کوئی فدیہ ادا کرنے والا تھا۔آپ ﷺ نے اس موقع پر بھی مال اور وزر کے فدیہ کی بجائے تعلیم کو بطور فدیہ مقرر فرمایا اور ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں فرمایا کہ مدینہ منورہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو یہی ان کا فدیہ ہے انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ یہ بات تو عیاں تھی کہ مشرک قیدیوں نے بچوں کو دین کی تعلیم تو نہیں دینی تھی ۔محض لکھنا پڑھنا ہی سکھانا تھا لیکن آپ ﷺ نے اتنی اہمیت دی کہ بڑے سے بڑا مشرک بھی جو اللہ کے برحق نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف اللہ کے دین کو روکنے کے لئے شمشیر بکف ہوا تھا اس کی بھی سزا بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر ہی معاف کردی۔ اس لئے کہ چند بچوں کا لکھ پڑھ جانا انقلاب کی بنیادی اینٹ کی تیاری تھی ،جنہیں لکھنا پڑھنا آئے گا وہی ارشادات نبوی کو سنیں گے پڑھیں گے آگے بتائیں گے۔آج قرآن حکیم کا امت تک پہنچنا آپ ﷺ کے اسی فیصلے کا مرہون منت ہے۔ ہر وحی جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی وہ اسی وقت قلمبند کروائی گئی لکھی گئی محفوظ رکھی گئی اور آئندہ نسلوں کو منتقل ہوئی ۔آج ہمارے پاس ذخیرہ احادیث کیسے موجود ہے؟ جو ارشاد بھی آپ ﷺ کے لب ہائے مبارک سے صادر ہوا وہ صحابہؓ نے سنا لوح دل پر لکھا اور لکھنے کی جو چیز میسر تھی اس پر محفوظ کیا۔ مختصر الفاظ میں مکمل علم سے مراد ہے علوم دین کا سیکھنا۔ دنیا میں رہنے کا ڈھنگ سیکھنا اور اللہ کی بنائی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرنے کا سلیقہ سیکھنا قرآن حکیم بتاتا

ہے۔ کہ اسلام علم کا نام ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا (سورۃ فاطر آیت 28)

اللہ کی خشیت، اللہ سے تعلق کے ساتھ اللہ کی اطاعت انہیں نصیب ہوتی ہے جنہیں علم نصیب ہوتا ہے۔ اور دین کی بنیاد جب علم پر ہے تو مسلمانوں پر حاکم بھی علم والے ہی ہوں گے یہی اقتدار سونپنے کی دلیل ہے۔ خلافت ابوبکر صدیقؓ کا فیصلہ بھی اسی دلیل پر ہوا۔ آپ ﷺ کی جب طبیعت زیادہ مضمحل ہوگئی تھی تو آپ ﷺ نے اپنی جگہ نماز کی امامت کے لئے مصلے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر دیا تھا۔ اور صلوٰۃ کی امامت کروانے کا حکم دیا تھا تو اگر دینی نیابت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چنا تھا تو دنیاوی حکومت تو بدرجہ اولیٰ انہی کو سزاوار ہے یہ علم کا مقام ہے اور جہاں جہاں لوگوں میں جہالت درآئی وہاں نہ جاننے کا نتیجہ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں جہالت کے باعث ہر پاگل شخص کو بھی مجذوب سمجھ کر اسے پیر فقیر کا درجہ دے دیا جاتا ہے حالانکہ مجذوب وہ ہوتا ہے جو قرب الٰہی کے راستے پر طالب الٰہی بن کر چلتا کسی مقام پر جا کر تجلیات باری کی فراوانی و تیزی کو جذب نہ کر سکنے کے باعث حواس کھو بیٹھتا ہے اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جو پیدائشی پاگل ہو وہ کیسے مجذوب ہو گیا ہمارے علاقے میں ایک شخص پاگل تھا اسے اچھے برے کی تمیز نہیں تھی گرمی سردی کا احساس نہ تھا کھانے پینے کا اور پاکی ناپاکی کا اسے کچھ ہوش نہیں تھا بے لباسی کی حد تک پہنچا ہوا تھا اور انسانی تمیز و تہذیب سے قطعاً عاری تھا لیکن ہماری زمینوں کے مزارع اسے اپنا پیر سمجھتے تھے۔ ہمارا ایک مزارعہ جو خود کو اس کا مرید کہتا تھا وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے کچھ کہنا چاہتا تھا تو اس کا انداز گفتگو یہ تھا کہ جیسے حضرت صدیق اکبرؓ کوئی عام شخص تھے ان کا نام نامی لیکر کہنے لگا انہوں نے یہ کہا اور اپنے پیر کے بارے کہا کہ میرے پیر نے اپنے پاک لبوں سے یہ فرمایا اس سے مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی اس لیے حیرت نہ ہوئی کہ اس پاگل کو وہ جانتا تھا اس سے اسے عقیدت تھی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وہ نہیں جانتا تھا۔ اس نے حضرت صدیق اکبرؓ کو عزت کے ساتھ نہ پکارا لیکن اس کا ارادہ انؓ کی توہین کرنے کا نہیں تھا یہ تو صرف نہ جاننے کی بات ہے۔ اگر ایک پاگل شخص کو وہ اللہ کا ولی مان کر عزت کر سکتا تھا تو پھر خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عزت و احترام وہ کیوں نہ ملحوظ رکھتا! لیکن وہ صدیق اکبرؓ کا تذکرہ عام آدمی کی طرح اس لیے کر رہا تھا کہ وہ انؓ کو جانتا نہیں تھا۔ یہ ہے نہ جاننا یہ جہالت ہے اور اسلام جہالت کے خلاف ہے۔ لوگ کفر و شرک بھی اسی لیے کرتے ہیں کہ عظمت الٰہی کو نہیں جانتے۔ جاننا عین اسلام ہے اور بنیاد اسلام ہے اور حضور ﷺ نے جاننے کا حکم دیا ہے اور مکمل علم حاصل کرنا فرض ٹھہرایا ہے۔

جب مسلمان عمل سے دور ہوئے اللہ سے تعلق میں کمی کمزوری آئی تو غلامی پسند آنے لگے پھر جو یہودی نے کہا کافر و مشرک نے کہا اسی لکیر کو پیٹتے رہے۔ آج بڑی آسانی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اسلام بنوک شمشیر پھیلا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دس سالہ مدنی حیات مبارکہ میں چوراسی غزوات و سرایہ ہیں اور ان سب جہادوں میں مقتولین کی تعداد چھ سو سے زائد نہیں بنتی۔ آج کل تو چھ سو افراد دہشت گردی کی نذر ہو جاتے ہیں ایک حملے میں چھ لاکھ لوگ مارے جاتے ہیں اور یہ غضب ڈھانے والے اسلام کے بارے کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام نے تو چوراسی جہاد میں چھ سو کا فرقتل نہیں کئے اسلام اس علم کی قوت سے پھیلا جو محمد الرسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی اس نور کی قوت سے پھیلا جو علم نور ہے جس میں معرفت الٰہی ہے نور یقین ہے توفیق اعمال صالحہ سے تعمیر کردار ہے بنیادی ساز و سامان کو بہتر سے بہتر کرنے کی ریسرچ ہے طبی تحقیقات کے نتیجے میں بہترین ادویات اور طریقہ علاج کی دریافت ہے، سائنسی تجربات و مشاہدات کے نتیجے میں سہولیات کا حصول ہے شعبہ ہائے حیات کے

تقاضوں کو بھرپور انداز میں گزارنے کے انداز ہیں۔ اور دنیا کو استعمال کرنے کی حد تک اہمیت دینے کا احساس جاوداں ہے۔

آج دنیا کے نامور مورخین یہودی ہیں نامور نوبل انعام یافتہ اکثریت یہودی ہیں، نامور آرٹسٹ غیر مسلم ہیں آج علوم حاضرہ کی باگ ڈور جن کے ہاتھوں میں ہے وہ غیر مسلم ہیں یہودی ہیں تو پھر جو وہ سکھائیں گے۔ وہی آنے والی نسل سیکھے گی۔ آج وہ لوگ بہت، آسانی سے کہتے ہیں اسلام تو خلافت راشدہ تک ہی نافذ العمل رہا پھر ایسا آج تک نہ ہوسکا حالانکہ یہ قول ایک صریح جھوٹ ہے لیکن یہ جھوٹ کیوں چل گیا؟ اسی لیے کہ ماہرین علم، ماہرین طب، ماہرین نفسیات، ماہرین سائنس سب ہی پر غیر مسلم افراد کی حکمرانی ہے اب وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتے ہیں اور مسلمان اسے سچ سمجھ کر بے سوچے سمجھے دہرائے جاتے ہیں ذرا غور نہیں کرتے کہ درست کیا ہے۔ صرف برصغیر ہی کی مثال دیکھ لی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے وہ عدل کیا جس کی مثال ملنا مشکل ہے لیکن غیر مسلم افکار کے زیر اثر برصغیر ہی کے نامور دانشوروں میں سے ایک کا قول لوگوں میں بہت معروف ہوا وہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے کوئی نماز بھی نہیں چھوڑی اور کوئی بھائی بھی نہیں چھوڑا لیکن یہ کہنے والے کیوں بھول گئے کہ یہی کام اورنگ زیب کی عظمت کی دلیل ہے کہ اس کا ایک بھائی بے دین دہریہ تھا دوسرا بے دین رافضی تھا اور تیسرا حد درجے کا ایسا عیاش اور شرابی تھا کہ اسکی مثال ہندوستان میں نہیں ملتی۔

اورنگ زیب عالمگیر بڑی آسانی سے بھائیوں سے سمجھوتہ کرسکتا تھا انہیں ایک ایک صوبے کی حکمرانی دے دیتا اور مرکز میں بآسانی حکومت کرتا رہتا لیکن اس سمجھوتے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر صوبے میں بے دینی اور بداعمالی کا دور دورہ ہوتا اور اس بدکاری اور بے دینی کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوتی لیکن اس نے ملک کو بے دینی سے بچانے کے لئے اپنے بھائیوں سے مقابلہ کر کے انہیں تہ تیغ کیا۔ ملک میں دین نافذ کیا اس کے کئے گئے فیصلوں کو بعد والوں نے مدون کیا اور انہی فیصلوں کو روشنی میں آج مفتیان کرام فتوے دیتے ہیں اور فتاوئ عالمگیری کے حوالے سے دیتے ہیں۔ ایسے غیرت مند مسلمان حکمران نے برصغیر پر پچاس برس حکومت کی اور اپنے گزارے کے لئے قرآن حکیم کی کتابت کی اور ٹوپیاں بنا کر بیچتا رہا تاکہ اس کے گھر کا خرچ چلتا رہے۔ یہ تو برصغیر کی صرف ایک مثال دی گئی ہے ورنہ ہر عہد اور ہر دور میں ان گنت مسلمان حکمران ملتے ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث کے مطابق عدل کیا اور عدل کی مثالیں قائم کردیں لیکن جب مورءخ غیر مسلم تھے تاریخ یہودیوں کے ہاتھوں لکھی گئی تو ہندوؤں اور لٹیرے مرہٹوں کو تاریخ میں بہادر لکھا گیا اور عادل مسلمانوں کو سفاک کہا گیا اور ہم مسلمانوں نے اسی تاریخ کو اپنی نسلوں کو پڑھایا اور آج تک یہی دہراتے چلے آرہے ہیں۔ ان واقعات سے یہ حقیقت ثابت ہوئی ہے کہ دین کی بنیاد اگر علم پر ہے تو دینی عروج وزوال کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔ تاریخ کے مسلمان حکمرانوں نے انہی حکمرانوں نے اسی علم کو اپنے اپنے عہد میں رائج کیا۔ برصغیر میں انگریز کی آمد سے پہلے اتنا خوبصورت نظام تعلیم مسلمانوں نے رائج اور جاری کر رکھا تھا کہ اسی مدرسے سے جرنیل بھی آتے تھے اسی مدرسے سے طبیب بھی تربیت پاتے اسی مدرسہ نظام سے سپاہی تیار ہوئے اسی مدرسہ نظام تعلیم سے مفسر محدث، مفتی اور تعمیر کردار اور تزکیہ باطن کے ماہر اپنا اپنا کام کرنے کے لئے میدان عمل کا رخ کرتے ان تعلیمی وتربیتی اداروں کو جامعات کہا جاتا تھا۔ عربی میں جامعہ کا معنی یونیورسٹی ہے۔

جب ہمارا کردار بگڑا تو ہم پر بدترین کافر مسلط کردیئے گئے ہم پر خنزیر کھانے اور شراب پینے والی قوم مسلط ہوگئی ان کے ایک نمائندے لارڈ میکالے نے اپنی حکومت کو ایک رپورٹ دی کر وہ ہندوستان کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک گھوم پھر آیا ہے اسے پورے ہندوستان میں ہمالہ سے دکن تک اور بلوچستان سے بنگال تک

کوئی گدا گر نظر نہیں آیا اور مزید حیرانی کا مقام یہ ہے کہ اس پورے علاقے میں لوگ اتنے آسودہ ہیں کہ انہیں چوری کی ضرورت نہیں پڑتی اس لیے یہاں کوئی چور نہیں ملتا، اس نے لکھا کہ اتنے بڑے ملک میں جہاں لوگ اتنے مطمئن ہوں کہ نہ انہیں کسی سے مانگ کے گزارہ کرنے کی ضرورت ہو اور نہ چھین کر کھانے کی تو ایسے لوگوں پر حکومت کرنا آسان نہیں ہوگا۔ انگریز نے اپنے بارے میں کہا کہ انہوں نے ہندوستان تو فتح کرلیا ہے لوگ فتح نہیں کئے لوگ انگریزوں کو چین سے نہیں رہنے دیں گے لہذا ان کو زیر کرنے کی ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ ان کا نظام تعلیم تبدیل کردیا جائے۔ ان کے اذہان بدل دیئے جائیں ان کے زندگی گزارنے کے اسالیب بدل جائیں۔ جن اقدار کو یہ پسند کرتے ہیں ان کے بارے انہیں متنفر کردیا جائے اور جن چیزوں سے انہیں نفرت ہے ان کا ان کو رسیا کردیا جائے۔ رنگ ونسل سے یہ ہندوستانی ہوں لیکن ذہن وافکار اور عقائد وکردار میں یہ انگریز سے مرعوب اور اس کے غلام ہو جائیں ان کے دلوں میں انگریز اور انگریزی تہذیب کی بڑائی اور عظمت آجائے اور عرب اور عربی کے لئے کوئی بڑائی ان کے دل میں نہ رہے اس کا طریقہ کار یہ اپنایا گیا کہ حضور ﷺ کا نام نامی نہیں لیا جائے گا جب یہ عربی سے ناآشنا ہوں گے اور عربی کو حقیر جانیں گے تو یہ اپنے پیغمبر ﷺ سے جدا ہو جائیں گے۔ جب یہ انگریزی زبان کو علم کا منبع سمجھیں گے اور انگریزی پر فخر کریں گے تو انگریزی تہذیب کی عظمت کے قائل ہو جائیں گے پھر جو ہم چاہیں گے وہ یہ کریں گے اور کرنا فخر سمجھیں گے۔ میرے پاس اس دستاویز کی نقل آج بھی موجود ہے جس پر اس کے دستخط بھی ہیں اس کی ان سفارشات پر حکومت برطانیہ نے عملدرآمد کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یک قلم مسلمانوں کی جامعات، ان کا نصاب طرز تعلیم، نظام تعلیم اور عربی وفارسی زبان کو ختم کردیا گیا جس کے رائج ہوتے ہی تمام علماء، اساتذہ، ادیب وشعراء دانشور ومحققین ان پڑھ قرار دے دیئے گئے حتکہ مرزا غالب جیسے لوگ بے پڑھے لکھے لوگوں میں شمار کئے گئے تب سے اب تک وہی نظام تعلیم چل رہا ہے جو انگریز نے مسلمانوں کو مشینری کے پرزے کی جگہ رکھ کر حکومتی انتظام چلانے کے لئے تربیت دیا تھا پھر قوم آزاد ہوگئی لوگ کہتے ہیں تو ہوگئی ہوگی لیکن میں اس قوم کو آزاد نہیں سمجھتا۔ اس لیے کہ کیا ہم نے نظام بدل دیا ہے؟ کیا ہم نے انگریز کا بنایا ہوا نظام تعلیم ختم کرکے اسلامی اقدار پر مشتمل نظام تعلیم رائج کردیا؟ کیا ہم نے انگریز کے دیئے ہوئے نظام عدل کے بجائے اسلامی نظام عدل رائج کردیا؟ یا سودی معیشت ختم کرکے اسلامی معیشت جاری کردی؟ یا سیاست وحکومت کو اسلامی نظام کے تحت کردیا؟

انگریز نے برصغیر میں پہلے سے رائج اسلامی نظام کو اول وآخر تبدیل کر کے اپنا نظام نافذ کیا جب ہم آزاد ہوگئے تو آزادی کا معنی تو یہ تھا کہ ہم اس پورے نظام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے اور اپنا نظام رائج کرتے لیکن آزادی ہے کہ قوم پر وہی استحصالانہ نظام نافذ ہے ہمارے ہاتھوں میں وہی زنجیریں ہیں وہی بیڑیاں ہیں گلے میں وہی طوق ہیں۔ اگر کوئی تبدیلی آئی تو صرف اتنی کہ انگریز آقا کی جگہ مقامی آقا آ گئے۔ مقامی لوگوں میں سے جو ملک کے غدار اور انگریز کے وفادار رہتے۔ اپنے ان خدمت گاروں کو انگریز جاتے جاتے ان زنجیروں کا سرا پکڑا گیا اور ہمیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر گیا کہ ہم آزاد ہیں۔

کیا کسی آزاد ملک میں ایسا ہونا ممکن ہے کہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سمیت سات ججوں کو آن واحد میں کوئی حکمران اٹھا کر پھینک دے اور ان کا کوئی فریادرس بھی نہ ہو۔ کسی آزاد ملک کے کسی شہری کو بیچ بازار کوئی اٹھا کر گوانتاموبے کی جیل بھجوادے اور اس کے بیوی بچے لاپتہ افراد کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہیں اور ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہو۔ یہ آزادی نہیں بدترین غلامی ہے ہم غلاموں کے غلام بن چکے ہیں۔ انگریز نے اپنے وفاداروں کو ملک کے ساتھ غداری کے

صلے میں جو جاگیریں دیں وہ تمام وہی جاگیریں تھیں جو دینی مدارس اور دینی جامعات سے چھینی گئیں تاکہ جامعات کو بے آسرا کردیا جائے۔ ورنہ جامعات میں تعلیم مفت تھی اس لیے کہ جامعات کے ساتھ وابستہ جاگیروں کی آمدنی سے اساتذہ کی تنخواہیں، بچوں کی رہائش، کتب کی ترسیل وغیرہ کے اخراجات ادا ہوتے تھے اور جامعات یوں خودکفیل تھیں۔ انگریز نے جہاں ہمارے نظام تعلیم کو طبقاتی بنادیا وہاں غریب کی رسائی سے باہر بھی کردیا اور دوسری طرف جاگیریں بانٹ کر ملک میں جاگیرداروں کا ایک طبقہ پیدا کردیا ساٹھ برس سے یہ طبقہ عوام کو ان کے حقوق سے محروم کرکے خود ہر حکومت میں سیاست کرتا نظر آتا ہے ان جاگیرداروں کے مال ومنال اور حکومت واقتدار کو زوال نہیں آتا یہ خاندان کے خاندان ہمیشہ ملکی سیاست میں اور حکومتی عہدوں پر فائز ہی نظر آتے ہیں خواہ حکومت تبدیل ہوجائے افراد یہی رہتے ہیں۔ ساٹھ برسوں میں اس نظام میں بہتری لانے کے بجائے اسے مزید ظالمانہ بنایا گیا ہے اور علم کے نام پر جاہلیت کا دوردورہ ہوا ہے۔ جب انگریز نے برصغیر میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کو فرسودہ قرار دے کر قرآن وحدیث سے لوگوں کو دور کرنے کی منظم سازش کی اور اسے ختم کرنے کیلئے سرکاری وسائل بروئے کار لائے گئے۔ جامعات کو بے آسرا کیا گیا۔ فارسی پڑھے لکھے طبقے جو اسی فیصد سے زائد تھا اسے ان پڑھ قرار دے کر ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کردیئے گئے اور یہ محاورہ بن گیا کہ "پڑھیں فارسی بیچیں تیل" ایسے میں دینی تعلیم کو محفوظ رکھنے اور لوگوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کرنے کے لئے اللہ کے ایسے مجاہد بندے میدان عمل میں آئے کہ انہوں نے دنیا کا ہر عیش قربان کرکے خود کو اس کام کے لئے وقف کردیا اور انہوں نے بوریئے پر سونا گوارا کیا سوکھے ٹکڑے اکھٹے کیے ہر گھر سے زکوۃ وخیرات گدا کرکے اکٹھی کی اور یوں شام وسحر بچے کچھے چند ٹکڑوں پر گزارا کرکے دینی مدارس کو چلایا اور تعلیم دین جاری رکھی اللہ کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں کہ ان کی اس مسلسل محنت سے دین اگلی نسلوں تک پہنچا۔ انگریزوں کے سوسالہ تسلط اور مسلمانوں کی غلامی کے دور سے لیکر پاکستان بننے کے بعد تک ان کی قربانیوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی قربانیاں ایسی ہیں کہ فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہیں کہ وہ خاک نشین تھے، بھوکے رہتے تھے زکوۃ مانگتے تھے بچوں سے گدا کرواتے اور اسی درجہ پر زندگیاں بسر کرکے اللہ کریم کی بارگاہ میں پہنچ گئے لیکن دینی علم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا۔ یہ تو ان کی قربانیاں تھیں جن کے باعث دین ہم تک پہنچا دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ ہم نے دین کے لئے کیا کیا؟ ملک آزاد ہوگیا تو دینی مدارس کی عظمت بحال کرنا ہمارا کام تھا۔ لیکن نہیں کیا گیا اور دینی مدرسوں کو زکوۃ اور قربانی کی کھالوں کی آمدنی پر چھوڑ دیا گیا۔ حکومت کے بجٹ میں ہر مد میں خرچ کرنے کے لئے بجٹ موجود ہے لاغر اور کمزور جانوروں کے لئے گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لئے محکمے موجود ہیں آوارہ کتے مارنے کے لئے فنڈ مخصوص ہے دیگر کاموں کے لئے فنڈز مخصوص ہیں تو دینی مدارس میں درست تعلیم دینے کیلئے ان کا نصاب مخصوص بہتر بنانے کے لئے اساتذہ کو باعزت مقام دلانے کے لئے کیا منصوبہ سازی کی گئی؟ اور جب انہیں انگریز کے زمانے کی طرح لاوارث چھوڑ دیا گیا تو پھر علماء کی جگہ پیشہ ور مولوی نے لے لی اہل اللہ کی خانقاہیں جہاں تزکیہ باطن ہوتا تھا وہاں گدی نشین بے دین آ گئے مولوی نے مدرسے کو جاگیر بنالیا اور تعلیم کو کاروبار۔ اب مولوی لاکھوں روپے کے چندے جمع کرتا ہے اور کسی مدرسے کا حساب نہیں پوچھا جاسکتا۔ مدرسوں کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ اور بے حساب کمایا جارہا ہے۔ دینی مدرسوں کا رخ بھی ایسے لوگ کرتے ہیں جو اور کچھ نہیں کرسکتے دین پڑھ کر جب اچھی ملازمت نہیں ملتی تھی تو اچھے گھرانوں نے اپنے بچے مدرسے بھیجنے بند کردیئے مدرسوں کو پھر ایسے طالب علم ملے جو جسمانی طور پر معزور ومحروم جسکے والدین معاشی طور پر بدحال تھے انہوں نے

مدرسے بھیج دیا۔ اساتذہ بھی ویسے تھے انہوں نے دین کو ذریعہ روزگار بنانا سکھایا طالب علم نے دین کو دین سمجھ کر نہیں پڑھا ذریعہ معاش سمجھ کر پڑھا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ ملا تو مجبوری سے زندہ رہنے کے لئے ایک ذریعہ اختیار کرلیا یوں معاشرے میں دو طبقے نظر آنے لگے۔ دنیاوی و مادی علوم سیکھنے والوں کو صحیح کلمہ نہیں آتا اور دینی مدرسوں کے فاضل لوگوں کو عملی زندگی کے عملی کاموں میں سے ایک کام نہیں آتا گاڑی تک چلانی نہیں آتی۔ مکمل علم تو وہی تھا جس سے مکمل شخصیت متوازن شخصیت پروان چڑھتی لیکن نامکمل حاصل کرنے کے باعث ادھوری شخصیتیں پروان چڑھیں اور دونوں طبقوں میں ایسی خلیج پیدا ہو چکی ہے جسے آج تک پاٹا نہیں جاسکا۔ مولوی دنیاوی تعلیم یافتہ افسروں کو نفرت سے دیکھتا ہے انہیں کفر کے فتوے دیتا رہتا ہے اور کوئی تعمیری کام نہیں کرتا اور تعلیم یافتہ طبقہ دینی تعلیم کو اہمیت ہی نہیں بلکہ مدرسوں کو تہ تیغ کرنے انہیں اکھاڑ پھینکنے کے در پے ہیں۔

جب ہماری عملی زندگی کا حال یہ ہے، معاشرہ طبقات میں بٹا ہوا ہے ہر کوئی اپنی اصلاح کے بجائے دوسروں کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور ہمارا کردار یہ ہے کہ لباس انگریز کا اور رسومات ہندوؤں کی ہیں معیشت یہود کی اپنا رکھی ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود

تو رمضان سے ہمیں کیا ملے گا رحمت کے عشرے سے ہمیں کیا وصول ہوگا؟ مغفرت کے عشرے سے ہمارا کیا ہوگا؟ جو رحمت کے مستحق ہیں وہ عقیدہ کم از کم اسلامی رکھتے ہیں کم از کم توحید باری اور صداقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین کامل رکھتے ہیں، رحمت بھی انہی کے لئے ہے اور مغفرت بھی انہی کے لئے۔ ہماری تو تباہی ہے کہ نہ عقیدہ درست رہا اور نہ اعمال، برائی ہلکی لگنے لگی ہے اور نیکی دشوار اب مزدور سے خاکروب تک ہر ایک کے پاس موبائل فون ہے بڑے شریف لوگ اپنے بچے اور بچیوں کو موبائل لے کر دیتے ہیں اور موبائل کمپنیاں کہتی ہیں کہ رات دس بجے سے صبح چھ بجے تک ہر کال فری ہے۔ کمپنیوں کو فائدہ ہے فروخت زیادہ ہوتی ہے۔ کال ریٹ کم کرنے سے رات کو فون زیادہ استعمال کیے جاتے ہیں، بھر جوان اولادیں فحش کلامی کرتی ہیں والدین اپنے بیڈروم میں آرام کرتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ بات بہت آگئے بڑھ چکی ہے اخلاق کا دیوالیہ ہو چکا ہے باپ کے سامنے بیٹی اور بیٹے نے نیم برہنہ لباس پہن رکھا ہوتا ہے اور باپ کی غیرت نہیں جاگتی ماں خود ننگے سر اور بے لباسی کی حد تک پہنچی ہوتی ہے اس سے کیا توقع؟ اور اس سب کی بنیاد میں میکالے کا نظام تعلیم اور دینی مدرسوں کے ان پڑھ مولویوں کا رویہ جو آج قوم کو غلط راستوں پر ڈال رہے ہیں جو یہ نہیں بتاتے کہ حلال رزق تمام نیک اعمال کے قبول ہونے کی بنیادی شرط ہے صرف یہ بتاتے ہیں کہ اتنا چندہ مولوی کو دے کر جنت جایا جاسکتا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اتنی عبادات کرنے سے چلے لگانے سے اللہ کی رحمت کو پایا جاسکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ ایک شخص بہت دور سے صعوبتیں جھیل کر دور دراز کا سفر کر کے بیت اللہ آئے گا اور لبیک پکارے گا لیکن اسکی پکار کا جواب نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ اس کا کھانا، لباس اور زادراہ سب حرام پر مشتمل ہوگا۔ جب حرام کھانے اور حرام پینے والے کی درد بھری پکار بھی اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی تو حرام سوچنے، حرام کھانے اور حرام کام کرنے والوں کو رمضان کی برکات اس مسجد میں مل جائیں گی۔ بے شک اللہ کی بخشش وعطا میں کوئی کمی نہیں، رمضان کی برکات میں بھی کوئی کمی نہیں۔

"ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں"۔

اللہ تو آج بھی وہی ہے جس نے صحرانشینوں کو دنیا کا فاتح بنا دیا اللہ کا کرم تو آج بھی ناپیدا کنار ہے اور لٹانے میں بھی کوئی کمی نہیں لیکن کوئی لینے والا بھی تو ہو۔ ہمارے تو دامن چاک ہیں اور ہاتھ کسی اور کے

آگے پھیلے ہوئے ہیں۔ رمضان کی رحمت سے حصہ پانے کیلئے اللہ کی عطاؤ بخشش کو پانے کیلئے اللہ کریم نے قرآن میں اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء آیت 80)

جس نے میرے نبی ﷺ کی اطاعت کر لی اس نے میری اطاعت کی۔ یہ آیت معیار ہے اسے سامنے رکھ کر بتایئے ہمارے پاس کس کس جگہ اطاعت رسول اللہ ﷺ ہے۔ من حیث القوم بتایئے کہ ہم کن سنتوں پر عمل پیرا ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ کیسا خیال ہے کہ ہم حضور ﷺ کے طور اطوار چھوڑ کر کافر و مشرک کے انداز اپنا لیں تو رمضان سے مستفید ہو جائیں گے، ایں خیال است و محال است۔ کیا یہ قوم اتنی بانجھ ہوگئی ہے کہ ڈیڑھ صدی گزر گئی اور میکالے کا نظام تعلیم اب تک جاری ہے اتنے طویل عرصے میں اس قوم نے ایک فرزند ایسا پیش نہیں کیا جو مسلمانوں کو مسلمانوں کا نظام تعلیم دے سکے تو پھر ایسی قوم کو غلام ہی رہنا چاہیے جس قوم میں سے کوئی ایسا بندہ نہیں اٹھتا جو اس طبقاتی غیر منصفانہ نظام کے خلاف نفرت کا اظہار ہی کر دے اس قوم کا یہی حال ہونا ہے جو ہو رہا ہے دین سے محروم نظام تعلیم سے نکلا ہوا C.S.P افسر دفتر میں بیٹھا ہوا اور اس کا باپ آجائے تو کہتا ہے کہ یہ ہمارے گاؤں کا چپڑاسی ہے کسی نے بھیجا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میرے والد گرامی آئے تھے یہ نتیجہ ہے اس تعلیمی نظام کا۔ والدین فوت ہو جائیں تو اتنا قرآن یاد نہیں ہوتا کہ پڑھ کر بخش سکیں پھر ان کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد بھی یہی کچھ سیکھتی ہے اور جس نسل کو وہ پڑھا لکھا رہے ہوتے ہیں وہ بھی انہیں ایسا ہی توشۂ آخرت بھیجے گی جو انہیں صحیح بات بتائے تو اسے کہتے ہیں کہ یہ تو وہابی ہو گیا ہے۔ یہ کیسا معاشرہ ہے کہ جہاں کوئی چوری کرے، زنا کرے، ڈاکے ڈالے اور قتل کرے تو اسے بے دین نہیں کہتے دین کی سیدھی بات بتائی جائے رسومات کے خلاف بات کی جائے تو بات کہنے والا وہابی قرار دے دیا جاتا ہے کہ یہ تو بے دین ہے اس کی تو بات ہی نہ سنی جائے۔ معاشرے کی دگرگون حالت میں نوجوان سوال کرتا ہے کہ سودی معیشت، ہندووانہ معاشرت غیر منصفانہ غیر عادلانہ نظام زندگی میں وہ کیا کر سکتا ہے۔ مادی دنیا کے مسائل و مصائب کیا کم ہیں کہ شیاطین اور ابلیس کی اتنی کثیر تعداد شر پھیلانے میں مشغول ہے۔ انسان کا ازلی دشمن اس کی تاک میں ہے۔ شیطان نے جب حکم عدولی کی اور ایسے کرنے پر نادم ہونے کے بجائے اکڑ گیا اور اپنے تکبر کے باعث اللہ کی رحمت سے دور ہوا تو اس نے کہا کہ تو نے تو مجھے مردود کر ہی دیا ہے اور یہ سب آدم علیہ السلام کی عظمت کے لئے ہوا ہے تو اب مجھے مہلت دے کہ اس سے نبٹ لوں اب میں اسے ایسا ورغلاؤں گا کہ اولاد آدم مجھے سجدے کرے گی میری پیروی کرے گی اور تیری بارگاہ ان کے سجدوں سے خالی رہے گی۔ اللہ کریم نے فرمایا تجھے مہلت دی جاتی ہے تو اپنا ہر وار آزما ہر طریقے سے زور لگا لیکن میرا فیصلہ بھی سن لے۔

ان عبادی لیس لک علیھم سلطن (الحجر آیت 42)

جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا۔

اے نوجوان! معاشرے کے طوفان کو تو دیکھتے ہو نامساعد حالات پر تو نگاہ ہے اس ذات کو کیوں نہیں دیکھتے جو ضمانت دے رہی ہے کہ اس کے ہو جاؤ تو یہ طوفان حالات کی ناسازگاری تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم بھی تو اسی طوفان میں زندہ ہیں کون سا الزام ہے جو ہم پر نہیں لگایا گیا اس طوفان بدتمیزی سے ہمیں تو کوئی خطرہ نہیں کوئی ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکا اور انشاء اللہ بگاڑ بھی نہیں سکے گا۔ اس لیے کہ ہم نے معاملہ اس کے سپرد کیا ہے۔ حکومتیں آئیں اور ہماری بربادی کے دعوے کیے حکومتیں چلی گئیں ہم وہی ہیں وہی مسجد ہے وہی قرآن حکیم کی تفسیر ہے وہی تربیت کا نظام جاری ہے، ہمارا کسی نے کیا بگاڑ لیا اور آئندہ بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا انشاء اللہ کہ یہ اللہ کا وعدہ ہر اس بندے کے ساتھ ہے جو اللہ کا بندہ بن کر عملی زندگی میں ثابت کرے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔

مسئلہ تو اتنا ہی ہے کہ زر کے بندے ہوں، زردار کے بندے ہوں، زرداری کے بندے ہوں، یا اللہ کے بندے۔ اللہ کے بندو اللہ کے ہوجاؤ پھر اس گرداب بلا سے خشک بگولے اٹھیں گے اور بکھر جائیں گے آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ خود دین پر قائم ہوجاؤ اور دوسروں کے لئے امن وسلامتی کا پیغام بن جاؤ لوگ اسی ماحول میں آپ کو پرسکون اور دین پر عمل پیرا دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ یہی طرز زندگی اپنانا انسانیت کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ پاکستان کسی رقبے ہی کا نام نہیں پاکستان نام ہے پاکستانیوں پر مشتمل ایک قوم کا اگر ہم ایک ایک کر کے اپنی اصلاح شروع کردیں تو پاکستان کی کل آبادی کے کچھ حصے پر تو اسلام نافذ ہوجائے گا اگر اس مسجد میں اس وقت دوسو افراد بیٹھے ہیں اگر ہم دوسو بندے ہی دین اپنالیں تو دوسو حصہ پاکستان پر اسلام نافذ ہوگیا اس طرح یہ پھیلتا جائے تو تمام پاکستانی دین پر پابند ہوجائیں گے اسلام ہماری پسند بن جائے تو حکومت کو اسلامی نظام نافذ کرنا ہی پڑے گا۔

ابتداء بہرحال اپنی ذات سے کرنا ہوگی خود کو یقین دلانا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے دین کو عملی زندگی میں نافذ کرنے ہی میں ہر ایک کی بقاء ہے۔ اس کے لئے Devotion چاہیے۔ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے بھی Devotion چاہیے۔ یہ پیغام تو ازلی ابدی ہے انتہائی عظمتوں کا حامل ہے اس کے لئے محنت کی توفیق کا ملنا خود بہت بڑی کامیابی ہے لیکن ادنی مثالوں سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ادنیٰ ترین دنیاوی اور محض نفسانی کام کرنے والوں کے کام بھی پایہء تکمیل کو نہیں پہنچ پاتے جب تک وہ مکمل Devotion سے نہ کیے جائیں مثلاً شرابی کوئی نہ کوئی شرابی دوست بنالیتا ہے جواری اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر بھی، سب کچھ ہار کر بھی جواء بازی سے باز نہیں آتا اس کا اس برے کام سے لگاؤ ختم نہیں ہوتا۔ کتے لڑانے والے آدھی رات کو اٹھ کر کتوں کی ورزش، نہلانا، ان باتوں کے اہتمام میں لگ جاتے ہیں اور اس انہماک سے کرتے ہیں کہ کوئی اور کام اس راستے کی رکاوٹ نہیں بنتا اور اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کام کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جیب کاٹنے والے بھی اپنے ساتھی بنالیتے ہیں۔ اگر شرابی، جواری اور برائی کرنیوالے اپنے ساتھی بناسکتے ہیں تو مسجد میں آنے والے کیوں کسی اور کو نیکی کی ترغیب نہیں دے سکتے اس لئے کہ مسجد آنے والوں میں لگن نہیں، ہم مسجد بھی آتے ہیں تو ایک کاروائی ہوتی ہے آکر جان چھڑاتے ہیں۔ دو چار چھینٹے مارنے کو وضو کہتے ہیں آدھے اعضاء گیلے آدھے خشک ہوتے ہیں اور پورا سجدہ گوارا نہیں بس اٹھک بیٹھک کی اور یوں مسجد سے بھاگے گویا کسی سزا سے آزاد ہوئے ہیں تو ہم کس کو اپنے ساتھ مسجد لائیں پہلے خود تو آئیں ہم تو وجود کو گھسیٹ کر مسجد لے آتے ہیں اور دل کو بازار میں چھوڑ آتے ہیں۔ ہم پھر کس طرح کسی اور کو ترغیب دلائیں کہ مسجد بہترین جگہ ہے یہاں سے دین کی تعلیم ملتی ہے علم وفہم کھلتا ہے۔ عمل کے دروازے وا ہوتے ہیں اللہ رضا کی طلب حاصل ہوتی ہے خلوص کی دولت حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔

میاں! یہ بات تقریروں کی نہیں ہے بات عمل کی ہے۔ رحمت الٰہی کے بٹنے میں تو کوئی کمی نہیں اور رمضان تو رحمت الٰہی کے بٹنے کا موسم بہار ہے۔ "ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل بھی تو ہو"

اللہ کے بندو! اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر کرو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ وَ اٰخرُ دعونا ان الحمد اللّٰہ رب العلمین

گھر بیٹھے حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ کے خطاب سنئے

CD;s اور DVD بذریعہ ڈاک منگوائی جاسکتی ہے۔

CD ______ ۲۵ روپے

DVD ______ ۳۰ روپے

آڈیو ______ ۳۰ روپے

ڈاک خرچ ______ ۵۰ روپے

منگوانے کا پتہ۔ مرکزی لائبریری دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

فون 0543-562200

مسئلہ تو اتنا ہی ہے کہ زر کے بندے ہوں، زردار کے بندے ہوں، زرداری کے بندے ہوں، یا اللہ کے بندے۔ اللہ کے بندو اللہ کے ہو جاؤ پھر اس گرداب بلا سے خشک بگولے اٹھیں گے اور بکھر جائیں گے آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ خود دین پر قائم ہو جاؤ اور دوسروں کے لئے امن وسلامتی کا پیغام بن جاؤ لوگ اسی ماحول میں آپ کو پرسکون اور دین پر عمل پیرا دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہی طرز زندگی اپنانا انسانیت کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ پاکستان کسی رقبے ہی کا نام نہیں پاکستان نام ہے پاکستانیوں پر مشتمل ایک قوم کا اگر ہم ایک ایک کر کے اپنی اصلاح شروع کر دیں تو پاکستان کی کل آبادی کے کچھ حصے پر تو اسلام نافذ ہو جائے گا اگر اس مسجد میں اس وقت دوسو افراد بیٹھے ہیں اگر ہم دوسو بندے ہی دین اپنالیں تو دوسو حصہ پاکستان پر اسلام نافذ ہو گیا اس طرح یہ پھیلتا جائے تو تمام پاکستانی دین پر پابند ہو جائیں گے اسلام ہماری پسند بن جائے تو حکومت کو اسلامی نظام نافذ کرنا ہی پڑے گا۔

ابتداء بہر حال اپنی ذات سے کرنا ہوگی خود کو یقین دلانا ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے دین کو عملی زندگی میں نافذ کرنے ہی میں ہر ایک کی بقاء ہے۔ اس کے لئے Devotion چاہیے۔ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے بھی Devotion چاہیے۔ یہ پیغام تو ازلی ابدی ہے انتہائی عظمتوں کا حامل ہے اس کے لئے محنت کی توفیق کا ملنا خود بہت بڑی کامیابی ہے لیکن ادنی مثالوں سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ادنیٰ ترین دنیاوی اور محض نفسانی کام کرنے والوں کے کام بھی پایہء تکمیل کو نہیں پہنچ پاتے جب تک وہ مکمل Devotion سے نہ کیے جائیں مثلاً شرابی کوئی نہ کوئی شرابی دوست بنالیتا ہے جواری اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر بھی، سب کچھ ہار کر بھی جواء بازی سے باز نہیں آتا اس کا اس برے کام سے لگاؤ ختم نہیں ہوتا۔ کتے لڑانے والے آدھی رات کو اٹھ کر کتوں کی ورزش، نہلانا، ان باتوں کے اہتمام میں لگ جاتے ہیں اور اس انہاک سے کرتے ہیں کہ کوئی اور کام اس راستے کی رکاوٹ نہیں بنتا اور اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کام کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جیب کاٹنے والے بھی اپنے ساتھی بنالیتے ہیں۔ اگر شرابی، جواری اور برائی کرنیوالے اپنے ساتھی بنا سکتے ہیں تو مسجد میں آنے والے کیوں کسی اور کو نیکی کی ترغیب نہیں دے سکتے اس لئے کہ مسجد آنے والوں میں لگن نہیں، ہم مسجد بھی آتے ہیں تو ایک کاروائی ہوتی ہے آکر جان چھڑاتے ہیں۔ دو چار چھینٹے مارنے کو وضو کہتے ہیں آدھے اعضاء گیلے آدھے خشک ہوتے ہیں اور پورا سجدہ گوارا نہیں بس اٹھک بیٹھک کی اور یوں مسجد سے بھاگے گویا کسی سزا سے آزاد ہوئے ہیں تو ہم کس کو اپنے ساتھ مسجد لائیں پہلے خود تو آئیں ہم تو وجود کو گھسیٹ کر مسجد لے آتے ہیں اور دل کو بازار میں چھوڑ آتے ہیں۔ ہم پھر کس طرح کسی اور کو ترغیب دلائیں کہ مسجد بہترین جگہ ہے یہاں سے دین کی تعلیم ملتی ہے علم وفہم کھلتا ہے۔ عمل کے دروازے وا ہوتے ہیں اللہ رضا کی طلب حاصل ہوتی ہے خلوص کی دولت حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔

میاں! یہ بات تقریروں کی نہیں ہے بات عمل کی ہے۔ رحمت الٰہی کے بٹنے میں تو کوئی کمی نہیں اور رمضان تو رحمت الٰہی کے بٹنے کا موسم بہار ہے۔ "ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل بھی تو ہو"

اللہ کے بندو! اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر کرو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ **وَ اٰخِرُ دعونا ان الحمد للہ رب العلمین**

گھر بیٹھے حضرت شیخ المکرّم مدظلہٗ کے خطاب سنئے
CD;s اور DVD بذریعہ ڈاک منگوائی جاسکتی ہے۔

CD	۲۵ روپے
DVD	۳۰ روپے
آڈیو	۳۰ روپے
ڈاک خرچ	۵۰ روپے

منگوانے کا پتہ۔ مرکزی لائبریری دارالعرفان منارہ ضلع چکوال
فون 0543-562200

دنیا آخرت کا عکس ہے۔

"دنیا آخرت کا پرتو ہے، سایہ ہے، عکس ہے۔ جسے اللہ کی اطاعت کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے، اس کے لئے محنت کرتا ہے اور یقین کے ساتھ کرتا ہے اس کی آخرت سنورتی ہے تو دنیا چونکہ اس کا پرتو ہے تو اس کے لئے دنیا میں بھی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس کی دنیوی زندگی بھی پرسکون ہو جاتی ہے۔ اسے دنیا میں بھی اطمینان نصیب ہو جاتا ہے، بے شمار مصیبتوں سے اللہ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اسے بے شمار لغزشوں سے بچا لیتا ہے، اس کے دل میں ایک سکون ہوتا ہے لیکن جنہیں یقین کی دولت نصیب نہیں ہوتی اگر وہ کھربوں کے مالک بھی بن جائیں تو انہیں اطمینان اور سکون نہیں ملتا، انہیں نیند کے لئے خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔"

ماخوذ از "اکرم التفاسیر" جلد دوم

تعاون
احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز آف پی سی یارن
پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

ٹارزن سے القاعدہ تک

عظیم سرور

امریکہ کے تخلیق کاروں نے اپنی تخلیقات سے پوری دنیا کو متاثر کیا ہے۔ان کے ذہن نے "کچھ نہیں" کو بہت کچھ بنا کر اس انداز سے پیش کیا کہ ساری دنیا حیران رہ گئی۔ عقل اس طرح دنگ ہوئی کہ نہیں کو ہاں سمجھ لیا گیا۔خیال حقیقت کا روپ دھار گیا اور حقیقت اس کی یہ تھی کہ یہ فقط خیال تھا۔ پوچھا "آپ کیا کرتے ہو؟" کہا "ہم جھوٹ بیچتے ہیں۔!"

امریکہ میں 20ویں صدی میں کئی کردار تخلیق ہوئے۔ یہ کردار خیال تھے لیکن ان کو حقیقت کی طرح لیا گیا، سراہا گیا اور حقیقت ہی سمجھا گیا۔1914ء میں ایک کردار "ٹارزن" تخلیق ہوا جس نے بہت جلد ایک شخصیت کا روپ دھار لیا اس کردار کا خالق ایڈ گر رائس بروتھا جس نے بتایا کہ ایک انگریز لارڈ اور اس کی بیوی کو افریقہ کے مغربی ساحل پر باغیوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ٹارزن ایک سال کا تھا تو اس کی ماں مرگئی اور پھر اس کے باپ کو افریقی قبائلیوں نے ماردیا۔اس کے بعد جنگل میں ایک سال کے بچے کو بن مانس گوریلے اٹھا کر لے گئے اور اس کی پرورش اپنے انداز سے کی چنانچہ ٹارزن کو ان دیوہیکل بن مانسوں جیسی ساری صلاحیتیں حاصل ہوگئیں۔ وہ درختوں کی شاخیں پکڑ کر جھولتا اور لہراتا ہوا پورے جنگل میں گھومتا رہتا تھا۔جنگل کے پھل اس کی غذا تھی اور وہ بن مانسوں کے انداز ہی سے بولتا تھا۔جب ٹارزن کی بن مانس ماں مرگئی تو اسے بہت دکھ ہوا۔ پھر اس جنگل میں ایک امریکی لڑکی جین رپورٹر کا گزر ہوا اور اس نے ٹارزن کو انسانوں کی زبان سکھائی۔ ٹارزن گورا تھا۔اس کی بہادری اور خوبصورتی میں گوری تہذیب کی برتری اور قوت کو دکھایا گیا وہ دراز قد، نیلی آنکھوں اور کالے بالوں والا کڑیل جوان تھا۔وہ اتنا ذہین تھا کہ اس نے نئی زبان فوری سیکھ لی۔ وہ اتنا وفادار تھا کہ بن مانس ماں کو اکثر یاد کر کے آہیں بھرتا۔وہ وفا اور اخلاقیات کا پیکر تھا۔ٹارزن ایک مقبول کردار بن گیا۔اس کی تصویری کہانیاں پوری دنیا کے اخباروں میں شائع ہوئیں۔ اس کے کارناموں پر ہالی وڈ نے فلمیں بنائیں۔ ٹیلی وژن آیا تو اس کے کارنامے گھر گھر دیکھے جانے لگے۔ٹارزن ایک ایسا نام تھا جس سے دنیا کا ہر شخص واقف تھا اور بہادری کے کارناموں کے لئے ٹارزن کا نام ضرب المثل بن گیا تھا۔کوئی اپنی بہادری کا قصہ سناتا تو لوگ اس کو کہتے۔ بڑے ٹارزن بنے پھرتے ہو، ذرا یہ کام تو کر دکھاؤ۔ٹارزن کا وجود کہیں نہیں تھا لیکن اس کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا تھا اس کے ساتھ ساتھ گورے آدمی کی برتری کو بھی ذہنوں میں بٹھادیا گیا۔ٹارزن کے بعد امریکہ میں ایک دوسرا کردار تخلیق ہوا۔ یہ بھی ایک ہیرو کا کردار تھا اس کا نام تھا "سپر مین"۔اس کردار کو جیری سیگل اور جو شسر نے تخلیق کیا۔سپر مین کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ایک سیارے کرائپٹن میں پیدا ہوا اور جب یہ سیارہ تباہ ہورہا تھا تو اس کے سائنسدان باپ نے اسے ایک راکٹ کے ذریعے زمین پر پھینک دیا۔ وہ راکٹ کنساس کے ایک کسان کے کھیت میں گرا اس نے اس بچے کی پرورش کی اور اس کا نام کلارک کینٹ رکھا۔بچپن ہی سے کلارک میں ماورائی شخصیات والی قوتیں پیدا ہوگئیں کہ جو دیکھتا دنگ رہ جاتا۔ وہ انتہائی طاقتور تھا، اس میں بلا کی قوت برداشت اور تیزی تھی انتہائی ذہین، اس کی سانس میں تیز ہوا

وں کی طاقت تھی۔ وہ اڑ سکتا تھا۔ اس کی نظر ایکسرے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ وہ ایک نگاہ سے چیزوں کو جلا سکتا تھا۔ یہ کردار 1938ء میں تخلیق ہوا تھا۔ تصویری کہانیوں کی صورت میں یہ اخباروں کی زینت بنا۔ اس کے کارنامے پھر فلموں میں دکھائے جانے لگے۔ سپر مین کا وجود خیالی تھا لیکن لوگ اس کو حقیقت سمجھتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ٹارزن کا کردار پہلی جنگ عظیم کے آغاز پر اور سپر مین کا کردار دوسری جنگ عظیم سے پہلے تخلیق ہوا۔ امریکہ میں تیسرا کردار جو تخلیق ہوا وہ "اسپائیڈر مین" کا کردار تھا۔ یہ کردار اسٹین لی اور اسٹوڈ نکو نے تخلیق کیا۔ 1982ء میں جب اس سپر ہیرو کو روشناس کرایا گیا تو پورے امریکہ میں اس کی دھوم مچ گئی۔ اسپائیڈر مین ایک یتیم بچہ تھا جس کی پرورش آنٹی مے اور انکل بین نے کی۔ اس بچے میں عجیب وغریب صفات تھیں۔ وہ سیدھی دیواروں پر چپک جاتا۔ خطروں کی بو کو فوری سونگھ لیتا۔ انتہائی چاق وچوبند، انتہائی طاقتور، جینئس والی خوبیاں، شخصیت میں ٹھہراؤ، ناممکن کو ممکن کر دکھانے والی صلاحیتوں کا حامل، اسپائیڈر مین کہانیوں، فلموں اور ٹیلی ویژن سیریل کے ذریعے مقبول ہو کر سارے ریکارڈ توڑ گیا اور سب سے مقبول ہو گیا۔ ٹارزن، سپر مین، اور اسپائیڈر مین یہ سارے سفید فام ہیرو تھے۔ اب سفید فام ہیروئن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ 1978ء میں "بایونک وومین" کا کردار تخلیق ہوا، ایک ٹینس اسٹار فضا سے چھتری کے ذریعے اُترتے ہوئے حادثے کا شکار ہو کر قریب المرگ ہو گئی اس کا آپریشن ہوا اس کی سماعت ختم ہو گئی لیکن اس کے کان میں سماعت کا ایسا آلہ لگایا گیا جس کے ذریعے وہ دور دور کی آوازیں سن سکتی تھی اس کے دائیں بازو میں غیر معمولی طاقت آ گئی۔ اس کی مصنوعی ٹانگوں میں ایسی طاقت تھی کہ وہ ریس والی کاروں سے زیادہ تیز دوڑنے لگی۔ بایونکو ومین کا کردار ایک باقاعدہ شخصیت کے طور پر امریکہ کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں مشہور ہو گیا۔ 21ویں صدی شروع ہوئی تو امریکہ کے تخلیق

کاروں کو سفید فام ہیروز اور ہیروئن کے ساتھ ایک ولن کی ضرورت بھی محسوس ہوئی پہلے 4 کرداروں کے ذریعے خوب رقم کمائی گئی تھی۔ وہ امریکہ کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے ذہنوں کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ 21ویں صدی میں اسلامی دنیا کے وسائل پر قبضہ کر کے دولت سمیٹنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اس کے لئے ایک ولن کا کردار تخلیق کیا گیا جس کا نام "القاعدہ" رکھا گیا۔ اس کردار کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ مسلم دنیا میں پیدا ہوا۔ نفرت، انتقام، جنون کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ جوان ہوا۔ القاعدہ بھی باقی کرداروں کی طرح تخلیقی یعنی فرضی کردار تھا لیکن اس کو بھی حقیقت سمجھا گیا۔ مرزا غالب نے اس کے بارے میں کہا تھا "ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے"۔ القاعدہ کو تباہی کا انتہائی طاقتور کردار بتایا گیا کہ وہ امریکی جہازوں کو اغوا کر کے سب سے اونچی عمارتوں سے ٹکرا دیتا ہے اور یہ عمارتیں بتاشے کی طرح بیٹھ جاتی ہیں۔ بلکہ قریب کی ایک اور عمارت WTCT تو ان عمارتوں کو گرتے دیکھ کر خوف سے ہی بیٹھ جاتی ہے۔ القاعدہ کردار کے خالق کا نام ابھی تک کسی کتاب میں نہیں آیا لیکن امریکہ میں 30 سال کے بعد راز فاش ہو جاتے ہیں۔ 30 سال بعد اس کے خالق کا پتہ چل جائے گا۔ اب امریکہ اور اس خطے کے وائسرائے رچرڈ ہالبروک پاکستان سے کہتے ہیں کہ وہ القاعدہ کو شکست دینے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔ کوئی ہے جو ہالبروک سے کہے کہ پاکستان سے بات کرنے میں آپ بھی تو سنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہم ہواؤں کے پیچھے بھاگتے پھریں۔ کوئی ہے جو رچرڈ ہالبروک سے نہایت سنجیدگی سے کہے کہ جناب کیا آپ ہماری ملاقات ٹارزن، سپر مین، اسپائیڈر مین اور بایونک وومین سے کرا دیں گے کہ ہم ان سے کچھ Tips حاصل کریں۔ رہی ان لوگوں کی بات جو لوگ القاعدہ کو ایک حقیقت سمجھتے ہیں وہ ان بچوں کی مانند ہیں جو واقعی سمجھتے ہیں کہ اسپائیڈر مین امریکہ میں رہتا ہے اور سپر ہیرو ہے۔ بشکریہ روزنامہ جنگ

آب زم زم کے فضائل، خصائص اور امتیازات

محمد الھلالی جدہ

زم زم کا ایک قطرہ عام پانی کے ایک ہزار قطروں کو اپنے اثرات سے مستفیض کرسکتا ہے۔ زم زم کی امتیازی افادیت نے غیر مسلم سائنسدانوں کی عقول کو حیران کردیا ہے۔ النانو کا ٹیکنیکل ادارہ زم زم کی امتیازی کیفیات کو بدلنے میں ناکام ہوگیا ہے۔

جاپان کے سائنسدانوں نے اقرار کیا ہے کہ زم زم میں ایسی مفید خصوصیات واوصاف وامتیازات موجود ہیں جو عام پانی میں نہیں ہیں ادارہ، النانو کی سٹڈیز تحقیقات اور تجربات کے خصوصی نتائج کے بعد یہ قول فیصل سامنے آیا ہے کہ زم زم کی کثیر صفات مفیدہ وحمیدہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ایک ایک قطرہ زم زم کو غیر زم زم پانی میں ملا دیا جائے تو وہ قطرہ دوسرے ایک ہزار قطروں کی مقدار میں اپنی مفید خصوصیات پیدا کردیتا ہے۔ سبحان اللہ!

لڑکیوں کے کالج دارالحکمۃ جدہ میں ماضی قریب میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پانچ سو سے زائد علماء سائنس دانوں اور اداروں نے شرکت کی تاکہ زم زم کے پانی پر اپنی تحقیقات ملاحظات وتجربات کا اظہار کریں عالمی سائنسدان اور مفکر ڈاکٹر مسارو ایموتو جو ھادو انسٹی ٹیوٹ ٹوکیو جاپان کے پرنسپل ہیں اس کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے حاضر ہوئے اور انہوں نے النانو انسٹی ٹیوٹ کی تھیوریوں کے مطابق زم زم پر تجربات وتحقیقات ودراسات کیے۔ اس کے ساتھ پانچ سو سے زائد صاحبان علم اور سائنسدانوں نے مجموعی طور پر کانفرنس میں حصہ لیا اور اپنی تحقیقات اور تجربات کا نتیجہ پیش کیا ان یونیورسٹیوں اور اداروں کے علاوہ جاپان میں مقیم ایک عربی شخص نے بھی حصہ لیا اور اپنی معلومات سے حاضرین کو مطلع کیا اور سائنسی طور پر ثابت کیا کہ آب زم زم سارے جہانوں کے پانیوں میں انفرادی اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے اپنی سفیدی اور تاثیر میں کسی اور پانی سے نہیں ملتا بلکہ سب سے اعلیٰ ارفع اور مفضل ہے۔

قابل غور بات ہے کہ پانچ فیصد سے زائد ترقی یافتہ ماہرین اپنی تمام کوششوں اور جدوجہد کے باوجود زم زم کی خصوصیات، کیفیات، تاثیرات کو بدلنے میں ناکام رہے یہ ایسا امر عظیم اور رواقعہ ممتاز ہے کہ جس کی حقیقت سری کی معرفت مذکورہ جہات سے نہ ہوسکی۔ اس لیبارٹریوں کی تجرباتی کوششوں اور ٹیسٹوں کے بعد زم زم کی موجوں اور تحرک کے بعد اسکے بلبلے اور مظاہر ایسے روشن سفید اور صاف تھے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ زم زم کوئی عام پانی نہیں ہے یہ جاپانی محقق نظریہ تبلورات وذرات الماء یعنی پانی میں موجودہ ذرات اور اشیاء کا مبصر اور محلل اور پانی کے اقسام کو ٹیسٹ کرنے والا ہے اور یہ محقق معجز علوم ومعارف کا حامل ہے اور کتاب "پانی کے رسائل" کا مصنف بھی۔ اس نے بتایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو قرآن حکیم کی سورتوں کے شروع میں پڑھا جاتا ہے اور کھانے سے پہلے کے علاوہ دوسرے اعمال شروع کرنے سے پہلے مثلاً نیند کے لئے لیٹتے وقت پڑھا جاتا ہے اس کا بھی پانی میں موجود بلورات پر عجیب اثر ہے۔ اس حقیقت کو آشکار کیا کہ: جب پانی کے بلورات یعنی موجیں یا تحرکات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے پر پیش کیے گئے تو پانی میں ایسی عجیب کیفیات نمودار ہوئیں اور پانی کی موجیں ایسی شکل اختیار کرگئیں جس میں کمال حسن، خوبصورتی ودلکشی اور تاثیر جاذبیت تھی۔ ڈاکٹر مسارو ایموتو نے اشارہ کیا کہ واضح طور پر پانی سے تلاوت قرآن سنی گئی اور پانی کی موجوں کی خاص اور ممتاز شکل نمودار ہوئی جو انتہائی مصفیٰ ومجلی تھی۔ جاپانی سائنسدانوں نے بتایا کہ زم زم پر تجربات اور تحقیقات کے دوران قرآن حکیم کے مختلف حصوں کی تلاوت اور

مختلف دعاؤں کے پڑھنے کے باعث پانی کے موجودات یعنی بلورات پر ایسا تحرک پیدا ہوا جس کے نتیجے میں موجوں کی شکل ایسی دھچکہ خیز ہوئی جو اتنی طاقتور اور کامل تھی کہ دیکھی اور سنی جاسکتی تھی یعنی تلاوت قرآن اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پانی میں وجدانی کیفیات پیدا ہوگئی تھیں جو انسان کو مضبوط کرنے کی قوت بہم پہنچاتی ہیں اور امراض سے بچاؤ کے لئے اثرات ڈال کر قوت بہم پہنچاتی ہیں اور انسان جسمانی ونفسیاتی بیماریوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔اس سائنسدان نے تحقیقی تاکید کی کہ آب زم زم انسان پر اس کی حسب خواہش مثبت اور منفی ایجابی اور سلبی اثرات ظاہر کرتا ہے۔ یعنی ماء زم زم لماء شرب له کی صحیح جزوی تعبیر کرتا ہے۔ یہ کیفیت اس سائنسدان کے نظریہ کی عکاسی کرتی ہے۔آب زمزم کے متعلق دکتورہ پھر ا القرشی جو دارلحکمۃ کالج میں پروفیسر ہے نے بتایا کہ سائنسدان مساو ر ایمو تو" نظریات تبلورات الماء یتعاً للموثرات التماجیہ سوآء کانت بصریہ اور سمعیۃ یعنی ڈاکٹر مساو راس نظریے کا بانی اور عالم ہے جس کا نام ہے" نظریہ تحقیق وتجربہ زرات پانی کے اثرات خارجی خواہ وہ دیکھے جائیں یا سنے جائیں" اور اس نے اپنے حاصل کردہ علوم ومعلومات وانکشافات کو اپنی کتاب۔

" رمسالہ الما "یعنی پانی کا رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔اس نے کانفرنس کے حاضرین کی توجہ اس امر عظیم کی طرف دلائی ہے اور اپنے تجربات تحقیقات اوصدری علوم اور احساسات کا اظہار کیا زم زم کا پانی علاج کے لئے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ پانی کو یخ بستہ کرکے جما کہ محفوظ کرلیا جائے اور اپنے مخصوص احوال کے مطابق استعمال کیا جائے اور اس نظریہ علمیہ کے مطابق یہ تدبیر وتجویز پیش کی گئی کہ کلام الٰہی کا کوئی کلمہ زم زم کے کسی قطرہ پانی پر بولا جائے پانی کے جمنے کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ ایک خاص شکل اختیار کر لیتا ہے جو پانی کے شیشہ نما منظر پر ظاہر ہوتا ہے اور اس شکل کو بڑا کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔

مدیرہ کالج دارلحکمۃ نے بیان کیا کہ کانفرنس اس حقیقت کو پا گئی ہے جس کو ھادوانسٹیوٹ کے ڈاکٹر ایموتو نے ثابت کیا ہے۔ سائنسی طور پر انہوں نے ثابت کیا ہے کہ آب زم زم پر پڑھے گئے قرآنی کلمات کس طرح اپنا اثر چھوڑتے ہیں ان اثرات کو انہوں نے جامد آب زم زم پر دیکھا اور دوربین کے ذریعے یہ تاثرات ٹھنڈے کمرے میں حاصل کیے انہوں نے جامد آب زم زم پر قرآنی آیات لکھنے اور آب زم زم پر قرآنی آیات پڑھنے کے نتیجے میں تلاوت کی آواز کا سننا اور مخصوص تصاویر کا زم زم کے پانی کی موجوں میں ابھرنا سے سائنسی طور پر آب زم زم کے معجزنما ہونے کو ثابت کیا ہے۔

سبحان اللہ یہ سارے حقائق جن کا اقرار ایک جاپانی سائنسدان کر رہا ہے آب زم زم کے معجزنما اثرات کا واضح ثبوت ہے اور دین اسلام کی حقانیت غیر مسلموں پر ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھے اور عالم کے انسانوں کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۔۔۔۔(آمین)

نعت

اپنی اُمت کیلئے کی آہ وزاری کس قدر آپ نے
کی بچھاور زندگی ساری کی ساری آپ نے

خارزارِ بت پرستی میں کھلے وحدت کے پھول
اپنے اطہر خون سے کی جب آبیاری آپ نے

اُن کو سینے سے لگایا جو تھے بے برگ و نوا
کی یتیموں بیکسوں کی پاسداری آپ نے

چھینا جھپٹی، ہاؤ ہو، جور و جفا جاتا رہا
خون کے پیاسوں کو بخشی جاں نثاری آپ نے

جن کی اپنے گھر محلے میں بھی شنوائی نہ تھی
ایسے ناچاروں کو بخشی تاجداری آپ نے

یا صنم تھا وردِ جن کا یا صمد جپنے لگے
لا الٰہ کی یوں لگائی ضرب کاری آپ نے

اب لگے کہلانے سید جو تھے صدیوں کے غلام
حکمرانوں کو عطا کی خاکساری آپ نے

پایا مشتِ خاک نے رشکِ ملائک کا خطاب
جب سے پہنی خلعتِ محبوبِ باری آپ نے

آپ کے در سے اویسی کو ملا فنِ سخن
اور سکھلائی ہے اسکو قلمکاری آپ نے

انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

ظلم۔ عدل سے مٹتا ہے۔

"کوئی بھی قوم اگر اپنی حد سے تجاوز کرے گی تو دنیا میں فساد پھیل جائے گا۔ کوئی اپنے آپ کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہے گا تو ہولناک تباہی لائے گا۔ طاقت اور زور سے انصاف قائم نہیں ہوتا۔ انصاف ہمیشہ عدل سے قائم ہوتا ہے۔ ظلم کی ضد عدل ہے، ظلم کی ضد طاقت نہیں ہے۔ عدل ہوگا تو معاشرے سے ظلم رخصت ہو جائے گا۔ اعتدال یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کی چیز اس کی حیثیت، اس کی ضرورت اور اس کی محنت کے مطابق مل جائے۔"

ماخوذ از "اکرم التفاسیر" جلد دوم

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد، فون 041-2664028 041-2665971

by Jazb. Among the non-Prophets there is only one personality, that of Hadhrat Abu Bakr Siddiq who was never overwhelmed by Jazb. Even a great person like Hadhrat Umar was also momentarily over taken by Jazb when he received the news of the passing away of the Holy Prophet (saws). He drew his sword and said, 'I shall chop off the head of anyone who says that the Holy Prophet has died.' Then Hadhrat Abu Bakr Siddiq recited this Ayah of the Holy Quran, Muhammad is only a Messenger...(3:144).

Hadhrat Umar used to say, 'When I heard this Ayah from Abu Bakr I thought as if I had heard it only at that moment, as if I had never known it before. So, even a person like Hadhrat Umar was also overtaken by Jazb for a few moments, because the tragedy of the passing away of the Holy Prophet was so immense. Any accomplished saint can also be over whelmed by Jazb momentarily; it is not an indication of their imperfection. But to become a Majzoob permanently is a great weakness.

Of the many objections that are raised against Tasawwuf is the one that Sufis exclude themselves from practical life; they neither work themselves nor let others work. This is a totally absurd notion. A Sufi is a better practising Muslim with a stronger character than a non-Sufi. He doesn't waste his life but spends every moment positively, constructively. Because of Zikr blessings, he possesses greater work potential and better understanding of worldly issues. It is a requirement of the Path that every moment of life should be counted and positively utilized. No moment should be wasted. Time is not superfluous to be just whiled away or the life to be just spent. It is not unimportant to be just wasted. It is so important that when death arrives, not a moment can be bought back. It is invaluable, never to come again! We don't know whether we will have the next moment with us; whether we will have health, consciousness or even vision? Therefore utilize the moment that is available with you, the present to earn Divine Pleasure. May Allah Kareem overlook our mistakes and accept our good deeds. May He grant us this life with Faith, may He grant us death with Faith and may He raise the us with Faithful.

Ameen!

-----☆☆☆☆☆☆---------☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆---------☆☆☆☆☆☆☆☆☆-----

prolonged stay at one station he can be overwhelmed by Jazb, can be physically affected and may lose consciousness. Hadhrat Rahmat Ullah Alailhi used to remark about Mansoor Hallaj that he was in Maraqbah Fana but he didn't find a guide who could take him further. In the Maraqbah of Fana and Baqa one observes Divine Refulgence in each and every particle And Everlasting is the Countenance of your Lord, that is everything exists because of Him. It is He who sustains everything. Mansoor didn't find a guide who could take him further he was lost in this Circle. He was overwhelmed by observation of Divine Lights in every particle and cried out, Anaa al Haqq (I am the Truth!)

Hadhrat used to say, had he found a man of God who could guide him unto Salik ul-Majzoobi from Baqa Billah, he wont have shouted Anaa al-Haqq. But he found none and thus became a Majzoob there. Majazeeb are wayfarers of the Path, conscientious, hard-striving men who are over whelmed by Jazb for staying at one station. Thereafter they stay at the same station and do not progress further. If they could go any further why would they become Majzoob? They lose consciousness and are thus graded as Marfoo al-Qalam, that is, people in whose cases the Pen has been lifted and their deeds are being recorded no more. Neither any of their good deeds nor bad deeds is counted. Shari'ah ordains that the affairs of such people should be left to Allah (Subhanahu wa Ta'ala), they should neither be condemned nor appreciated. It should however be understood that every mad man is not a Majzoob. Majazeeb are the wayfarers of the Path and the seekers of Divine Nearness. Born lunatics or mentally ill people are not Majazeeb. It is exceptionally rare that such a person will be a Majzoob. However, it is established that being Majzoob is not an indication of excellence. it is rather a sign of imperfection. However even those great personalities who are bearers of blessings and spiritual feelings can experience a moment of Jazb (absorption). It is only the personage of a Prophet, who is never overwhelmed by Jazb. It is because during Jazb one loses consciousness, and if a Prophet is overwhelmed by Jazb, there is a danger of his Ummah being mislead because he may say anything under its effect. Therefore, Prophets are never overtaken

raised on Haraam Rizq. After this body is completely burnt, Allah-swt will grant him new body to enter Jannah. It is mentioned in a Hadith that a man will come to the House of Allah from a far off place. He would have reached after lot of inconvenience, dust of his jour-ney still covering him, and he would earnestly cry out before his Lord, 'Labbaik Alla-humma Labbaik' (I am present, O my Lord, I am here)! But, his prayer will invoke no Divine Response. The reason explained by the Holy Prophet-saaws was that his Rizq won't be Halaal, his resources and journey expenditures won't be Halaal and his food won't be Halaal. Therefore, it is necessary for man to be careful about these two aspects. Then, one should never think that he has become very pious. He should rather realize that piety is necessary to remember Allah-swt and to attain his Closeness. But, what is piety? Piety means following the Holy Prophet-saaws, it denotes adherence to the Shari'ah. It sig-nifies the restoration of peace, order and honour in the society by securing one's lawful rights as well as fulfilling the rights of others. A person can sacrifice his own rights for this cause, Allah-swt has given him the option, but he must try to fulfil the rights of others.

It is fundamentally important for every Sufi to make full effort to follow the Sunnah in every matter. Then, when he performs Zikr and receives spiritual attention, his Rooh de-velop the ability to fly (to Spiritual Stations). When the Rooh reaches Ahadiyyat, it still requires a guide for crossing the Circle, someone who doesn't just indicate the way but instead takes it along, straight across.

The traveller of the Path always requires a guide, a Shaikh who continuously takes him along the straight Path. If his direction changes even slightly, he will keep circling in the vastness of Ahadiyyat forever and will be lost. He therefore needs a Shaikh who is familiar with the Path and takes him along further ahead. The same condition applies to Maiyyat Aqrabiyyat and all Circles thereafter.

One of the reasons for a Salik to become Majzoob is that he reached Ahadiyyat, continued with his endeavours, took lawful and pure food. The heat of Divine Refulgence kept intensifying but he didn't find a guide who could take him across Ahadiyyat. Due to

Al-lah's Name can be seen flashing on him. But, as soon as he stops doing Zikr, the Light will immediately vanish. A body which is not illuminated by the light of Faith cannot re-tain Divine Refulgence. Similarly, Divine Refulgence will not reside in a body fed on Haraam (unlawful) Rizq. The effort for Zikr becomes an un-rewarding exercise if the conduct is indecent or the Rizq is Haraam. Generation of Divine Lights during Zikr is a great favour of Allah-swt. These Divine Lights should saturate every part of the body. These should suffuse in its every cell, so that the body becomes their permanent abode. But to be able to achieve this, the body must be brought up on Rizq that is Halaal (law-ful) as well as Tayyib (pure). The Holy Prophet-saaws has mentioned that the flesh gained on the body through Haraam Rizq will be burnt and consumed by Hell Fire. Afterwards, Allah-swt will grant new flesh to the body for entering Jannah. 'Suht' is the word used by the Holy Prophet-saaws in this context. Literally, 'Suht' means a particular form of Haraam, but in the Hadith, it has been used to include every form of Haraam. Literally it applies to a situation, where an employee tries to receive service charges from individuals while being paid by his company for the same service. Employees in our offices accept bribes to do jobs for which they are getting salary from their departments. Such unlawful earning by exploiting people is branded as Suht. However, according to the Prophetic saying, it includes every form of Haraam. The Holy Prophet-saaws remarked that Hell Fire is the most appropriate destination for the part of body fed on Haraam Rizq.

Devouring Haraam Rizq is a grave sin. Kufr (disbelief) and Shirk (poly theism) are also great sins; Shirk is indeed a great transgression. However, even a grave sin like Shirk overwhelms a person, it doesn't permeate him. 'Overwhelming' means it covers a person. By Allah's Grace, just as he recites the Kalimah with his heart's confirmation, the whole Shirk vanishes immediately. Haraam Rizq, on the other hand, doesn't cover a person, it saturates him, i.e. it becomes a part of his body. It flows through his blood and becomes a part of his flesh and bones. If a person bringing such body to the Day of Resurrection is granted Salvation, even then he will have to stay in Hell to burn the body

then what shall be the criterion of virtuous deeds? The criterion of virtuous deeds is the Holy Prophet-saaws! All that he did or commanded to do and all that he liked is good and virtu-ous. Similarly anything that he-saaws disliked is bad and impious. The criterion of virtue, in the Sight of Allah, is the Holy Prophet-saaws; it is neither your liking nor mine, neither the liking of rulers nor that of the masses, neither the liking of any great man nor the liking of any insignificant person. When a person earns his livelihood in accordance with the principles laid down by the Shari'ah and then consumes in a way which is not unlawful, that is when he is granted the capacity to work righteous deeds. These two factors are most important in Tasawwuf. Zikr Allah conveys the Light of Allah's Name to every cell of the body. However, if the food is lawful but impious, it affects this illumination.

Once Ustad ul Mukarram-rua was going to Langar Makhdoom. During those times the transport facilities were not as good as now, one had also to walk for my miles. On the way he heard the Azan for Maghrib Salah. He went to pray in a nearby Masjid. After Salah, in accordance with a local custom, the people asked him if he was a wayfarer and where he was going. He told them that he was going to Langar Makhdoom. They said, 'It is quite dark now. Please spend the night with us. You can resume your journey in the morning. We will send your meal in a while'. Ustad ul Mukarram-rua told them, 'Then please don't send the food cooked by someone who doesn't offer Salah, because I cannot eat the food prepared by such person.' This condition placed them in a dilemma. They searched the whole village but didn't find a single woman who offered regular Salah. Finally, they decided to serve only milk to him, because it wasn't 'cooked' by anyone. So he had to be content with only milk for that night.

A vibrant picture of the Islamic society has been drawn by these two phrases. What should be their sources of earning, what is their culture, how do their women live...this portrays a complete image of life. Optimum effect of Zikr will be realized only when all of these aspects are adequately taken care of. Ustad ul Mukarram-rua used to say, 'If you teach Allah's Zikr to a Hindu or a non-Muslim and he starts doing Zikr, the Light of

This number also included a couple of locals, who remained constantly involved in feuds and cases in law courts. In one of their routine evenings, they joined Ustad ul Mukarram-rua in the evening Zikr, which was conducted after Maghrib till 'Isha. After Zikr, Ustad ul Mukarram-rua remarked, 'The Zikr gathering was covered with severe gloom. God knows where it descended from. It caused a lot of distaste and displeasure during Zikr.' It was the routine of Ustad ul Mukarram-rua to lead the 'Isha Salah after Zikr and retire to his home. After he left and the effect of his remark faded, one of the local Ahbab said, 'To-day, we went to Mianwali to appear before the court. We travelled by public transport, took food at hotels and gossiped around with people. When Ustad ul Mukarram-rua men-tioned about the gloom, we thought we will be caught.' Public dealings, taking food at hotels and mixing with people casts negative effects that were felt by Ustad ul Mukar-ram-rua, although he had no knowledge about their activity, yet he too felt the effects and complained of their gloom.

Allah-swt has directly addressed these two Commands of eating good things and doing righteous deeds to the Holy Prophet-saaws. Such manner of directly addressing the Proph-ets and Messengers is adopted to emphasise the importance of Divine Command, because the Prophets and Messengers are always innocent and remain ever obedient to Allah-swt. Such direct addresses emphasise the significance of a Divine Command, highlighting the point that when Prophets and Messengers are being given a direct Order, who else can claim any exemption. The base of righteous deeds is the belief and faith. Iman (Faith) denotes the sure belief in Allah's Unity and Greatness, and in the Messengership of the Holy Prophet-saaws. The strength and depth of this sureness is known as Iman (Faith). It is this Iman that is a catalyst for all actions. Human deeds become virtuous only by adher-ence to the Holy Prophet-saaws.

If we analyse human conduct, we shall discover that every person has a reason to justify his every action. He has a judge sitting deep inside him, who decides this is right and this is what he has to do. People may disagree with him, but he will do what has already been decided by his inner judge. If the opinion of every person is taken as the standard,

The Significance of Lawful Food in Tasawwuf

Translated Speech

of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar ul Irfan, Munara, Pakistan

O the Messengers! Eat of the good things and do righteous deed...(23:51)

It is a wondrous observation in the stages of the Path that the manner in which the sky is surrounding the earth, the 'Arsh of Allah is similarly enveloping the skies and the 'Alam-e Amr is enclosing the 'Arsh in exactly the same way. Accessing the stages of the Path is a great favour of Allah-swt; ascending to Ahadiyyat is no trivial matter either. It is a great achievement that someone's Rooh acquires the ability and he is also able to find a guide who can conduct his Rooh onto the Path; because, if Rooh doesn't follow the straight Path and strays right or left, it will continue to roam in the vast space forever. Ahadiyyat is a very vast place and surrounds everything below.

Two factors assume exceptional importance in the endeavour to walk this Path: eating lawful food and performing righteous deeds, that is, adherence to the Sunnah. The Holy Quran mentions: Eat of the good things and do righteous deed... Piety is the first condi-tion. Naturally, something that is not lawful can never be good. Therefore, the basic re-quirement is of Rizq (earning, provisions) being lawful and protected against impiety also. The virtue of the entire spectrum of human activity has been defined in only two phrases: lawful food and righteous deeds. These include all means of earning, work, labour, trade and all matters that proceed from them. When a person starts devouring everything that comes his way or starts usurping the wealth of others, it makes the means of earning dubious and his deeds no longer remain virtuous. These two phrases are so comprehensive that they encompass the whole range of human activity and also serve as the base of spiritual development.

When we were learning Tasawwuf, we were only four or five students in the beginning.